اخبار الاخیار

در حالات

محبان جان نثار

مولفہ

مولانا الحاج ابوالریاض سید عبدالواحد رضوی ایم اے

افتخار بک ڈپو (رجسٹرڈ) اسلام پورہ لاہور

قُلْ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی

اَخْبَارُ الْاَخْیَار

در حالاتِ

مُحِبَّانِ جاں نثار

مؤلفہ

مولانا الحاج ابو الریاض سید عبد الواحد رضوی ایم اے
فاضل السنہ شرقیہ کربلائی المشہدی

حسبِ فرمائش

پتہ

اِفتخار بک ڈپو (رجسٹرڈ) اسلام پورہ لاہور

نامی پریس لاہور

پیش لفظ

میں سب سے پہلے حضرت سلمان فارسیؓ کے حالاتِ زندگی اس کتاب میں تحریر کرتا۔ چونکہ آج سے چار سال پہلے اس موضوع پر ایک ضخیم مسودہ تالیف کر کے لاہور کے ایک ناشر کتب کو بغرض اشاعت دے دیا تھا۔ مگر اس کی غفلت شعاری سے یہ کتاب موسوم بہ کامل الایمان شائع نہ ہو سکی اب اور ایک ناشر اس کتاب کو شائع کر رہے ہیں جو جلد آپ کے مطالعہ کے لئے پیش کر دی جائیگی لہٰذا اس کتاب میں عمداً اُن کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اور حضرت ابو ذر غفاریؓ کے حالاتِ زندگی پر ایک اور فاضل نے الغفاری نامی کتاب مرتب کر کے مارکیٹ میں پیش کر دی ہے۔ لہٰذا ان کا بھی تذکرہ اس کتاب میں دوبارہ پیش کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ البتہ باقی محبانِ آلِ اطہار جو تواریخ کی کتابوں میں میری نظر سے گذرے ہیں۔ اُن کے حالات کتابی صورت میں حضرات مومنین کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ اُمید ہے کہ میری یہ ناچیز کاوش شرف قبولیت حاصل کرے گی۔

آپ کی دعاؤں کا محتاج
گنہگار سید عبدالوحد رضوی ایم اے
ماہ جنوری سنہ ۱۹۸۰ء

سادات منزل
بلاک ۳۰
ڈیرہ غازیخاں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْخَلْقِہٖ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ الطَّاھِرِیْنَ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَعْدَائِھِمْ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ٥

فضائل مقداد بن الاسود (رض)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ کے چار وفا شعار اصحاب سلمان محمدی۔ ابوذر غفاری۔ مقداد بن الاسود اور عمار یاسر اس منزلت کے مالک ہیں۔ جن کے متعلق حضور پُر نور کا ارشاد ہے۔ کہ یہ وہ چار ارکان ہیں جن کی جنّت مشتاق ہے۔

شیعوں اور سُنّیوں نے آنحضرت سے روایت کی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ حق تعالےٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبّت کا حکم دیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کہ وہ چار شخص کون ہیں آپ نے فرمایا۔ علی علیہ السّلام۔ سلمان۔ ابوذر اور مقداد ہیں۔

جناب مقداد نے تمام غزوات میں شرکت کی کتاب اختصاص میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے نقل کیا گیا ہے۔ آپ نے

فرمایا کہ اُمتِ محمدیہ میں مقداد کی مثال اُس الف کے ہے جو قرآن میں ہے۔ کہ جس سے کوئی چیز ملحق نہیں ہوتی۔

تمام حروف تہجی ایک دُوسرے کے ساتھ ترکیب ہوتے ہیں لیکن الف کا حرف دوسرے حروف سے ترکیب نہیں ہوتا مثلاً لفظ علی کے تین حروف ہیں جو ایک دُوسرے کے ساتھ ترکیب پاکر لفظ علی لکھا گیا ہے۔ لیکن الف کے لئے ممکن نہیں ہے کہ کسی دوسرے حرف سے ترکیب پائے۔ کیونکہ الف اس قابل نہیں کہ کوئی دوسرا حرف اُس سے چسپاں ہو۔ پس اس حدیث سے یہ استفادہ ہوتا ہے۔ کہ تمام اصحاب حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے دلوں میں کوئی نہ کوئی ناپسند چیز پیدا ہوئی مگر حضرت مقداد کے دل میں کسی بھی چیز نے ہرگز خدشہ پیدا نہیں کیا اس حدیث شریف کی تائید وہ حدیث کرتی ہے جو شیخ کشی نے حضرت محمد باقر علیہ السلام کے وجود مقدس سے نقل کی کہ آنحضرتؑ نے فرمایا۔

کہ تین آدمی حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد اُن کے دین سے مرتد نہ ہوئے وہ تھے مسلمان۔ ابوذر اور مقداد راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا۔ کہ عمار کے متعلق کیا خیال ہے۔ کہ عمار کے

دل میں کسی چیز نے وسواس پیدا کیا تھا۔ لیکن جلدی وہ دُور ہو گیا۔ بعد میں حضرت نے فرمایا کہ کبھی دل میں ہرگز کوئی وسواس پیدا نہیں ہُوا۔ تو اس کو پہچانیں وہ مقداد ہے۔

ایک دن جناب سلمان کے دل میں یہ خیال آیا۔ کہ باوجود اسکے کہ علی علیہ السلام حق کا اسم اعظم جانتے ہیں۔ کس لئے اس اسم عظم کو نہیں پڑھتے تاکہ زمین کو منافقین سے پاک کر دیں۔ اور اس طرح اپنی اس مظلومیّت سے نجات حاصل کر لیں۔ اس خیال کا جناب سلمان کے دل میں یہ وسواس آتا تھا۔ کہ منافقین پہنچ گئے اور رسّی اُس کے گلے میں ڈال دی۔ اور رسّی کو اِس زور سے کھینچا کہ اس کی گردن میں نشان پڑ گیا۔ حضرت علی علیہ السلام اس کے پاس سے گذرے اور فرمایا۔ کہ سلمان ابوبکر کی بیعت کر لے۔ اُس نے مولا کی ہدایت پر بیعت کر لی۔ مگر رسّی کا داغ اُسی طرح اُس کی گردن میں باقی رہا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا یہ سختی تمہارے اُس فکر کے باعث تم پر گذری جو تُو نے میرے معاملہ میں چوں وچرا کی۔

اور ابوذر باوجود اس کے حضرت علی علیہ السلام نے اُس کو حکم دیا کہ وہ صبر کرے۔ لیکن وہ اس کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ اور

حق کو کھول کر بیان کر دیتا تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ عثمان کے ظلم میں مبتلا ہُوا۔ اس کو حضرت پیغمبرِ خُدا کی قبر سے جُدا کر کے مدینہ سے دور بھیج دیا لیکن تمام دن اپنی تلوار اَپنے لباس پر باندھے رکھتا تھا۔ اور جب حضرت علی علیہ السّلام کے خانۂ اقدس کے دروازہ پر حاضر ہوتا تھا تو یہی عرض کرتا تھا۔ اگر ایک آدمی بھی آپ کی معیت میں باقی نہیں رہے گا. تو میں آپ کی غلامی میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ اور آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے حاضر رہوں گا۔

مؤلف کہتا ہے. کہ اس حدیث شریف سے دو نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ اوّل یہ کہ امام علیہ السّلام کے حکم ہی کی تعمیل کرے اور کبھی بھی اُن کے کاموں میں چوں وچرا نہ کرے۔ کیونکہ وہ ہر امر کی اطلاع اور خبر رکھتے ہیں۔ اور دُوسرے یہ کہ ان کے روزمرّہ امور پر نگاہ رکھیں۔ کیونکہ دوسرے ان کے علاوہ اس امر میں سبقت نہیں رکھتے۔ لہٰذا اس حدیث میں خدا۔ رسولؐ اور آئمہ علیہم السّلام کے احکام کی تعمیل کے متعلق بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضرت سجاد علیہ السّلام سے نقل کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کوئی بھی آدمی بلند مقام تک رسائی نہیں

کر سکتا۔ جب تک وہ اپنے تمام کام اللہ تعالٰی کے سپرد نہ کر دے۔ اور اس کے احکام کی تعمیل کرے۔

سفینۃ البحار میں حضرت صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام کے توسط سے حضرت رسول اکرمؐ سے نقل کیا۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ خدا اپنے بندوں سے فرماتا ہے۔ تم میرے اُس حکم کی تعمیل کرو۔ جو تم کو دیا گیا اور یہ تمہارے لئے لازم نہیں ہے۔ کہ تم اپنی مصلحتوں کو میرے پیش کرو۔ کیونکہ میں تمہاری مصلحتوں کو تم سے بہتر جانتا ہوں۔ اور حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایمان داری کے لئے یہ چار رُکن موجود ہونے چاہئیں۔ اوّل یہ کہ اللہ پر توکل ہونا چاہئیے۔ اور اپنے تمام کام اُس کے سپرد کر دے اُس کی تقدیر راضی رہے۔ اور اس کے احکام کی ہر طرح تعمیل کرے۔ لہٰذا بزرگانِ دین نے احکامِ الٰہی کی تعمیل پر زور دیا ہے۔ اور وہ بھی اس حد تک کہ کبھی اُس کے احکام کے کل یا جُز کی تعمیل میں چوں وچرا نہ کریں۔

چنانچہ سفینۃ البحار میں عبداللہ بن ابی یعفور جو کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بزرگ اصحاب میں سے ایک تھا اور

آپ کی ذات پر بے حد ایمان رکھتا تھا کے حالات میں یہ منقول ہے۔ کہ جب ابی کہمش نے اُس کا سلام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچایا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تم پہ اور اُس پہ میرا سلام ہو۔ اور حکم دیا کہ عبداللہ کو میری طرف سے سلام پہنچا کر اُسے کہنا کہ میری طرف سے جو بھی حکم نہیں دیا جائے۔ اُس کی تعمیل کیا کرو۔ نیز حضرت نے فرمایا۔ کہ میں نے کسی کو ایسا نہ پایا کہ جو میری نصیحت کو قبول کرے اور میرے احکامات کی تعمیل کرے مگر سوائے عبداللہ بن ابی یعفور کے۔

لہٰذا ایک روز حضرت صادق علیہ السّلام سے عرض کیا۔ کہ خدا کی قسم اگر آپ ایک انار کے دو نصف حصّے کر کے فرمائیں کہ اس کا ایک نصف حلال اور دُوسرا حرام ہے تو میں آپ کے اس فرمان کو قبول کروں گا۔ حضرت نے دو دفعہ اُسے فرمایا کہ خدا تم پر رحمت کرے۔ اور جب ایک دفعہ کسی موضوع پہ عبداللہ نے ابو یوسف جو بغداد کا قاضی تھا شہادت دی تو ابو یوسف نے کہا۔ کہ اے عبداللہ تمہارے تمام افعال میرے نزدیک پسندیدہ ہیں۔ مگر سوائے اس کے کہ تو رافضی ہے۔ عبداللہ نے یہ سُنکر اس قدر گریہ کیا۔ کہ اُس

کے آنسو اسکی ڈاڑھی سے ٹپکنے لگے اور فرمایا۔ کہ اے ابو یوسف مجھے اُس طائفہ سے تو نے نسبت دی ہے جس کا مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے قبول نہ کریں پس اس سے جواب تک مذکور ہوا یہ معلوم ہوگیا۔ کہ سلمان کا محکم اور جلیل القدر مقام اس بات کا مقتضی نہ تھا۔ کہ اُس کا خیال اس طرف متوجہ ہوتا۔ کہ حضرت علی علیہ السلام اللہ کے نام کا اسم اعظم کیوں نہیں پڑھ لیتے تاکہ زمین منافقین کو نگل لے اور یہی خیال امام اور ولیٔ امر کے حکم کے مقام تسلیم کی نفی پر محمول ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت پیغمبر خدا نے حسنین علیہم السلام کے متعلق فرمایا۔ کہ حسنین کردار اور اپنی گفتار میں مکمل حجت ہیں۔ بغیر اس کے کہ وہ گھر میں بیٹھ رہیں یا تلوار سونت لیں۔

دوسرا یہ کہ جو ناپسندیدہ مختصر سی فکر سلمان کے دل میں پیدا ہوئی خداوند تعالیٰ نے فوراً اس کو ظالم کے ہاتھ میں مبتلا کر دیا۔ اور جو صدمات اُس پر وارد ہوئے وہ اُس کے گناہ کی دوری کا باعث ہو گئے اور اسی طرح ابوذر کو بھی دین میں تقیہ نہ کرنے اور کم صبری کے باعث پیغمبر خدا کی قبر کے جوار سے دُور پھینکا گیا۔ کیونکہ خداوند اپنے بندوں میں سے جس بندہ پر لطف و رحمت کی نظر رکھتا ہے۔ اور اگر اس سے کوئی خلاف توقع واقعہ صادر ہو جائے۔ تو فوراً اُس کی

اصلاح کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور اس کے دل کی بیماری کو زمانہ کے ناملائم واقعات کے کڑوی دواؤں سے شفا عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہوا۔ آپنے فرمایا کہ جب خداوند کسی اپنے بندہ کی بہتری کا ارادہ فرمائے۔ اور اگر اس سے کوئی گناہ صادر ہو جائے۔ تو اُس گناہ کی پاداش میں اُسے دُنیاوی تکلیف میں مبتلا فرما دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ استغفار کرے۔ توبہ کرے۔ تاکہ اس طرح کا کوئی دُوسرا عمل اُس سے صادر نہ ہو جائے۔ اور جب اللہ چاہے۔ کہ کوئی اس کا بندہ بُرائی پر مائل ہو اور اُس سے کوئی گناہ صادر ہو۔ تو وہ اس کے بدلے میں دنیاوی نعمات اس پر فراوان فرما دیتا ہے تاکہ وہ استغفار کرنا بھول جائے اور دنیا کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ سرگرم ہو جائے۔ تاکہ آخرت میں اس کے گناہوں کا مواخذہ ہو سکے اور وہ اس پر عذاب نازل کرے۔ اور خرق عادت کا فرو فاسق کے جس کو استدراج کہتے ہیں یہی معنی ہیں۔

لئالئ الاخبار میں منقول ہے۔ کہ دو فرشتوں کی فضا کے درمیان ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی۔ اُن میں سے ایک نے دُوسرے سے کہا۔ تو کس امر پر مامور ہو کر زمین کی طرف جا رہا ہے۔ اس نے کہا

کہ فلاں مومن اور اُس کا کنبہ جو کہ دنوں کو روزہ عبادت میں بسر کرتے ہیں اور بہت ہی غریب اور نادار ہیں۔ آج رات جب ان کو کوئی چیز غذا کی میسر نہ ہوئی۔ تو انہوں نے کچھ ساگ پات اپنی رات کی غذا کے لئے ہانڈی میں پکا رکھا ہے۔ تاکہ جس سے وہ اپنی زندگی کی رمق کو باقی رکھ سکیں۔ میں خدا کے طرف سے مامور ہوا ہوں کہ میں اُس ہانڈی کو انڈیل دوں۔ تاکہ وہ یہ رات بھی بھوک میں بسر کریں۔ دوسرے فرشتہ نے کہا کہ میں جس کام پہ مامور ہو کر زمین کی طرف گیا تھا۔ وہ تیرے کام سے بہت عجیب تھا۔ وہ یہ کہ ایک بادشاہ جو کافر اور فاسق تھا۔ جب وہ بیمار ہوا اور اُس کے لئے طبیب کو لایا گیا۔ تو اُس نے کہا کہ اے قبلۂ عالم ! میرا اندازہ ہے۔ کہ اس بیماری سے کوئی علاج آپ کو تندرست نہیں کر سکتا۔ البتہ اس کا علاج ایک ایسی مچھلی ہے۔ جو دریا کے ساحل کے بالکل قریب نہیں آتی۔ کہ اُس کا شکار کیا جائے۔ بادشاہ نے اپنے غلاموں کو نہایت ہی مایوسی کی حالت میں دریا کے کنارے بھیجا ہے۔ تاکہ اُس کے بھیجے ہوئے آدمی اُس مچھلی کا شکار کریں۔ حق تعالیٰ نے مجھے اس امر پہ مامور کر کے بھیجا تھا۔ تاکہ میں اُس مچھلی کو دریا کے کنارے تک پہنچا دوں اور بادشاہ کے آدمیوں نے اُس مچھلی کا شکار کر لیا۔ اُس نے اُس

مچھلی کو کھایا اور شفا یاب ہو گیا۔ اب میں اس سے حیرانگی میں ہوں۔ کہ ایک کافر بادشاہ کے لئے اس قسم کا وسیلہ فراہم کر دے دونوں فرشتوں نے حق تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے اس حکم اور اُس علم کے راز اور فلسفہ کے انکشاف کا تقاضا کیا۔ تو حق تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ میں نے اَپنے نیک بندے کی غذا کو تلف کرنے کا اس لئے حکم دیا کہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں۔ چونکہ اُس کی موت قریب تھی۔ اور تھوڑا سا گناہ اس کے ذمّہ باقی تھا۔ میں نے چاہا۔ کہ ایک اور رات بھی وہ بھوکا رہے۔ اور اپنے گھر والوں سے شرمندگی حاصل کرے۔ تاکہ وہ اُس سے بھی سبکدوش ہو جائے تاکہ مرنے کے بعد عالم برزخ اور قیامت کے دن کی سختی میں مبتلا نہ ہو۔

لیکن بادشاہ کے لئے مچھلی فراہم کرنے کا جو حکم دیا۔ تاکہ وہ اُس کو کھا کر شفا یاب ہو جائے۔ تو چونکہ بادشاہ کافر ہے۔ اس کو میں دوست نہیں رکھتا۔ اور وہ میرے غضب کے لائق ہے۔ لیکن چونکہ میرے بندوں میں سے بعض کی اُس نے خدمت کی۔ چنانچہ میرے لئے لازم ہے کہ جس نے میرے بندوں کی خدمت کی اُس کی خدمت کا اجر اُس کو اس طرح ملے کہ وہ بیماری سے شفا پا جائے اور چند دن اور اس دُنیا میں زندہ رہے۔ تاکہ میرے بندوں

کا حقِ خدمت اس کو پہنچے۔ اور میں اس کافر بادشاہ کو دائمی عذابِ جہنم میں گرفتار کر دوں۔

مؤلف کہتا ہے۔ کہ مومنوں کو چاہیئے کہ اس حکایت سے عبرت حاصل کریں۔ اور اگر یہ دیکھیں کہ فاسق اور فاجر بندوں کو زندگی کے وسائل ہر طرح فراہم ہوتے رہتے ہیں۔ تو وہ پریشان نہ ہوں۔ کیونکہ دنیا کی طرف توجہ اور ان کی سرگرمی صرف حصولِ دنیا کے لئے ہے۔ اور آخرت میں اُن کا کوئی حصہ نہیں حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت پیغمبر خدا کے بعد اُن کا کوئی ایک بھی اصحاب میں سے ایسا نہیں ہے۔ کہ جس سے حضور کی وفات کے بعد کوئی بھی خلاف بات اُس سے صادر نہ ہوئی ہو۔ لیکن سوائے مقداد کے کیونکہ وہ اَپنے ایمان کی منزل میں لوہے کی طرح مستحکم تھا۔ کبھی بھی حضرت علی علیہ السلام کے بارہ میں کوئی چیز اُس سے ایسی ظاہر نہ ہوئی۔ جو اُس کی عقیدت کے خلاف ہوتی۔ اور اسی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام اُس کو بہت دوست رکھتے تھے۔

چنانچہ ایک دن حضرت علیؑ نے ایک دینار عبداللہ عوف سے قرض لیا۔ تاکہ اَپنے بال بچوں کے لئے کوئی چیز خریدیں۔ کہ دورانِ راہ میں جناب مقداد سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے دیکھا کہ

اُس کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔ اور گلی کے کنارے بہت ہی کمزوری کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور گرمی کی وجہ سے پسینہ اُس کی پیشانی سے ٹپک رہا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام نے اُس سے اس طرح گلی میں بیٹھنے کا سبب پوچھا۔ تو اُس نے عرض کیا کہ چار دنوں سے میں نے غذا نہیں کھائی۔ حضرت نے وہ دینار اُس کو دے کر فرمایا۔ کہ میرے لئے قرض لینا ممکن ہے۔ مگر تمہارے لئے شاید ایسا کوئی وسیلہ نہ ہو۔ آپ وہاں سے مسجد نبی میں تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ اور اپنی ضرورت کے متعلق فکر کرنے لگے۔ اتنے میں ایک شتر سوار وہاں آیا اور ایک بڑی سی تھیلی اُن کے حوالے کی اور عرض کیا۔ کہ یہ تھیلی آپ کے لئے ہے۔ یہ کہہ کر وہ عرب چلا گیا۔ حضرت علی علیہ السلام وہ تھیلی لیکر حضرت پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں پہنچے اور اپنی تمام حکایت حضورؐ کی خدمت میں عرض کی۔ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اُس تھیلی کو کھولا۔ اور انہیں گِنا تو سات سو دینار تھے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ وہ اعرابی جبرئیل امین تھا۔ اور وہ اللہ کی طرف سے مامور ہوا کہ یہ تھیلی آپؑ کو سپرد کردے۔ اور یہ اُس ایک دینار کا عوض ہے۔ جو آپ نے مقداد کو دیا۔ اور

آخرت میں خدا آپ کو اس قدر نعمت عطا فرمائے گا۔ کہ نہ کسی آنکھ نے اتنی نعمت دیکھی ہوگی اور نہ کسی کان نے سُنی ہوگی۔ اور کسی ایک بھی شخص کے دل میں اُس کا خیال تک نہ گذرا ہوگا۔ ابن بابویہ نے معتبر سند کے حوالے سے حضرت امام رضا علیہ السلام سے یہ روایت بیان کی ہے۔ کہ جبرئیل حضرت رسولِ خدا پر نازل ہوئے اور عرض کیا۔ کہ خدا آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ کنواری لڑکیاں درخت کے میوہ کی مانند ہیں۔ جب میوہ پک جائے تو اُس کو فوراً چن لیا جائے۔ ورنہ سورج کی گرمی اس کو خراب کر دیتی ہے اور اگر لڑکیوں کو بھی شوہر نہ دیئے جائیں۔ یعنی اُن کی شادی نہ کی جائے تو وہ فتنہ و فساد سے اذن میں نہیں رہ سکتیں۔ چنانچہ حضرت ممبر پہ تشریف لائے۔ خطبہ پڑھا اور لوگوں کو اُس پیغام الٰہی کی خبر دی جو حضرت جبرائیل اُن کے پاس لائے تھے۔ اور فرمایا کہ اپنی بیٹیوں کو اُن کی کفو یعنی اُن کے ہم شان لڑکوں سے شادی کر دو لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے ہم کفو کون ہیں فرمایا کہ تمام مومنین باہم ہم کفو ہیں۔ اور ممبر پہ بیٹھے ہوئے ضباعہ کا عقد مقداد بن اسود سے کر دیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے چچا کی لڑکی ضباعہ کا نکاح مقداد سے اس لئے کیا ہے۔ کہ

نکاح اتنا پست ہو جائے کہ لوگ ہر مومن کو لڑکی دے اور نکاح کرنے کی صورت میں حسب و نسب کو ملحوظ نہ رکھا جائے۔ مولف کہتا ہے۔ کہ میں نے مناسب جانا کہ ازدواج کے معاملہ میں مومن کو کفو مومن کی طرف رجوع دلانے کے لئے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی ایک حدیث جو علی ابن حمزہ کے وسیلہ سے نقل کی گئی ہے۔ روایت کروں۔ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ ایک شخص یمامہ کے قبیلہ سے جس کو جویبر کہتے تھے۔ وہ مدینہ میں حضرت پیغمبر خدا کی خدمت میں مشرف ہوا اور مذہب اسلام اختیار کیا۔ اور اُس کا اسلام بے حد پختہ ہوا جویبر ایک چھوٹے قد کا۔ سیاہ چہرہ والا اور بے حد مفلس تھا۔ ایک دن آنحضرتؐ نے اس کی طرف توجہ فرمائی اور اس کی حالت پر رقت کی اور فرمایا کہ اے جویبر اگر تو نکاح کر لے تو تیرے دین و دُنیا کی حفاظت کے لئے بہتر ہو گا۔ جویبر نے کہا کہ کون میری طرف توجہ کریگا۔ جبکہ میں حسب و نسب۔ مال اور خوبصورتی کے معاملہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا نے اسلام کی وجہ سے اس کو پست فرمایا جو زمانہ جہالت میں بزرگ تھا۔ اور بوجہ اسلام اس کو عزیز رکھا۔ جو زمانہ جاہلیت میں ذلیل تھا۔ پس آج لوگ سفید و سیاہ اور عجم۔ قریشی اور غیر قریشی کو

ایک جیسا خیال کرتے ہیں۔ بے شک اللہ کے نزدیک باعزت وہ ہے کہ جس کا تقوٰی زیادہ ہے اور خدا کی اطاعت بہتر انداز سے کرتا ہے۔ کوئی بھی مسلمان تم پر فضیلت نہیں رکھتا مگر وہ جس کا تقویٰ تم سے بہتر ہے۔ پھر اُس سے فرمایا۔ کہ اے جوہبر تو زیاد بن لبید کی طرف جا بے شک وہ طائفہ بنی بیاض کے اشراف میں سے ہے۔ اُس سے جاکر کہہ کہ میں پیغمبرؐ اسلام کا بھیجا ہوا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ اپنی بیٹی دلفا کا نکاح مجھ سے کر دے۔ جوہبر جلدی زیاد بن لبید کے دروازے پر پہنچا۔ اور اُسے بہت زور سے کھٹکھٹایا اتفاق سے زیاد اپنی لڑکی کے ساتھ کھانے میں مصروف تھا۔ کھانے سے ہاتھ کھینچا اور گھر کا دروازہ کھولا۔ اور اس کی نظر جوبیر پر پڑی اور اس کی غریبی کی حالت دیکھی تو نہایت غصّہ کی حالت میں اُس سے کہا کہ کونسی تازہ خبر تو ایسی رکھتا ہے۔ جس کے باعث تو نے میرے دروازہ کو اس سختی سے کھٹکھٹایا۔ اُس نے کہا کہ پیغمبرؐ خدا کا فرمان ہے کہ تو اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کردے۔ زیاد نے اُس کو نہایت غصّہ کی حالت میں اپنے دروازہ سے ہٹا دیا۔

لیکن جب اندر واپس لوٹا اور اپنی بیٹی ولفا سے یہ قصہ بیان کیا تو اُس نے کہا کہ
میں تمہارے ساتھ پھر بیٹھ کر غذا نہ کھاؤں گی کیونکہ حضرت پیغمبر خدا کے بھیجے ہوئے
آدمی کو اس ذلت سے پلٹا دیا۔ ناچار زیاد حضرت پیغمبر خدا کی خدمت میں حاضر
ہوا ور معافی طلب کی۔ اور عرض کیا۔ کہ میں نے اپنی بیٹی ولفا کا نکاح
جو یبر سے کر دیا ہے۔ جو یبر تین روز اس سعادت کے شکرانہ میں خدا
کی عبادت میں مشغول رہا اور اپنی اہلیہ پر تصرف نہ کیا۔

مقداد ابن اسود نے ستر سال کی عمر میں مدینہ سے ایک
فرسخ دور ۳۳ھ میں فوت ہوا۔ لوگ اس کے جنازہ
کو اپنے کندھوں پہ اُٹھا کر مدینہ میں لے آئے اور جنت البقیع
میں اس کو دفن کیا۔ جناب مقداد نے اپنے پیچھے ایک لڑکا جس کا نام
معبد تھا چھوڑا۔ وہ بہت ہی فاسق آدمی تھا۔ جنگِ جمل میں بصرہ
کے لوگوں میں شامل ہو کر عائشہ کے ہمراہ حضرت علیؑ کے خلاف لڑا
اور قتل ہو گیا۔ جب حضرت علی علیہ السلام اس کی لاش کے قریب
سے گذرے تو فرمایا۔ کہ معبد کا باپ زندہ ہوتا تو اس کی رائے معبد
سے احسن ہوتی۔ اور وہ اس کے اس عمل پہ اس کی ملامت کرتا۔

شہادت عمار یاسرؓ

عمار یاسر اہلِ یمن اور بنی مخذوم کے قبیلہ میں سے تھا۔ عمار اپنے باپ یاسر۔ ماں سمیّہ اور اپنے بھائی کے ساتھ سب سے پہلے ہونے والے مسلمانوں میں محسوب کیا جاتا ہے۔ اسلام قبول کرنے کی پاداش میں اس کو ناقابلِ برداشت صدمات سے دوچار ہونا پڑا، یاسر کو اس شدت سے تازیانے مارے گئے کہ وہ شہید ہوگیا۔ اور ابوجہل علیہ لعنت نے حکم دیا۔ کہ یاسر کی والدہ سمیّہ کے پاؤں دو اونٹوں کو باندھ دیں اور وہ ایک دوسرے کے خلاف حرکت کریں۔ یہاں تک کہ اس مخدرہ کا بدن دو حصّوں میں تقسیم ہوگیا۔ سب سے پہلا خون جو اسلام کے زمانہ اشاعت میں بہایا گیا۔ وہ یاسر و سمیہ عمار کے باپ اور ماں کا خون تھا عمار روتا ہوا حضرت پیغمبر خدا کی خدمت میں مشرف ہُوا۔ اور عرض کیا۔ کہ میری ماں کو سخت طریقہ سے شہید کر دیا گیا۔ آنحضرت نے فرمایا۔ اے عمار صبر کر اور اس کے بعد آپ نے اُن کے حق میں دُعا کی۔ کہ اے خدا تعالیٰ آلِ یاسر میں سے کسی کو آگ کا عذاب نہ دے۔ اگر ... آنحضرت رسولؐ نے دیکھا۔ کہ کافروں نے عمار یاسر کو ... آگ ... ڈال ...

اُس وقت حضرت نے فرمایا۔ کہ اے آگ سرد ہو جا۔ اُسی طرح جس طرح تو حضرت ابراہیم خلیل الرحمان پر سرد ہوگئی تھی۔ پھر آگ نے عمار کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی۔ نیز حضرت رسولؐ خدا نے عمار کے بارہ میں فرمایا کہ عمار حق کے ساتھ ہے اور حق عمار کے ساتھ ہے۔ عمار جہاں بھی جائے۔

بریدہ اسلمی سے منقول ہے۔ اُس نے کہا کہ میں نے حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے سُنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میری اُمت سے بہشت تین آدمیوں کی مشتاق ہوگی۔ پس میں ابوبکر کے پاس آیا اور اُس سے کہا کہ تم کو اُمت کا صدیق کہتے ہیں اور تین روز غار میں آنحضرتؐ کا رفیق رہا۔ میں نے اُن سے سُنا کہ انہوں نے فرمایا کہ میری اُمت میں سے بہشت تین آدمیوں کی مشتاق ہوگی۔ اس لئے آپ آنحضرتؐ سے سوال کریں۔ کہ وہ تین آدمی کون ہیں۔ ابوبکر نے کہا کہ میں حضورؐ سے یہ سوال نہیں کرتا۔ کیونکہ مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔ کہ شاید میں اُن تین آدمیوں میں سے نہ ہوں۔ اور اپنے قبیلہ بنی تمیم میں ملامت اور سرزنش کا باعث نہ ہو جاؤں۔ بریدہ کہتا ہے کہ میں عمر کے پاس آیا اور اُس سے کہا کہ تمہیں اس اُمت کا فاروق کہتے ہیں میں نے پیغمبرؐ خدا سے سُنا

پ نے فرمایا۔ کہ بہشت میری اُمت کے تین آدمیوں کی مشتاق ہے۔
تو آنحضرتؐ سے سوال کر کہ وہ تین آدمی کون ہیں۔ عمر نے کہا کہ
میں ڈرتا ہوں کہ مبادا میں اُن تین آدمیوں میں سے نہ ہوں۔ تو
اپنے طائفہ عدی میں موردِ سرزنش واقع ہوں۔ بریدہ کہتا ہے۔
کہ میں حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن سے
عرض کیا کہ آپ دامادِ پیغمبر ہیں۔ میں نے آنحضرتؐ سے سُنا کہ
بہشت میری اُمت کے تین آدمیوں کی مشتاق ہے۔ آپ آنحضرتؐ
سے سوال کریں کہ وہ تین آدمی کون ہیں۔ فرمایا میں اُن سے سوال
کروں گا۔ اگر میں اُن تین آدمیوں میں سے ہوا تو میں اللہ تعالیٰ کی حمد
کروں گا۔ اگر نہ ہوا۔ تو اس کی بارگاہ میں سوال کروں گا۔ کہ مجھے
بھی اہلِ بہشت میں قرار فرما۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام حضرت
رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں مشرف ہوئے اور عرض
کیا کہ آپ نے فرمایا۔ کہ بہشت میری اُمت کے تین آدمیوں کی مشتاق
ہوگی۔ وہ تین آدمی کون ہیں۔ آپ نے فرمایا اُن کے اول
آپ ہیں۔ اور دوسرے سلمان ہیں۔ کیونکہ سلمان تکبر نہیں
کرتا۔ اور تیرے خیرخواہوں میں سے ہے۔ اور اس کو اپنا
دوست جان۔ اور تیسرا عمار یاسر ہے۔ کہ وہ تیری جنگوں میں

زیادہ شرکت کرے گا۔ وہ قیامت میں صاحبِ نور ہوگا۔ اور اُس کا اجر بہت زیادہ ہوگا۔ حمران بن اعین نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا۔ آپ عمار کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ خدا عمار پہ رحمت کرے اس نے حضرت علی علیہ السلام کے ہم رکاب ہو کر جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ حضرت علی علیہ السلام سے نقل کی گئی کہ آپ نے فرمایا۔ کہ میں حضرت رسولِ خدا کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آنحضرتؐ کے دروازہ پر دستک بلند ہوئی۔ اور اجازت طلب کی۔ کہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو۔ جب آنحضرتؐ نے اُس کی آواز کو سُنا تو فرمایا کہ مرحبا عمار پاکیزہ فرزند پاکیزہ کے لئے اور اجازت دی تاکہ وہ حاضر خدمت ہو۔ اور جب پیغمبرؐ خدا نے چاہا کہ اپنی مسجد مدینہ میں تعمیر کریں تو ہر دو اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ تاکہ وہ ایک دوسرے کی امداد کر کے مسجد کی تعمیر کریں۔ تو عمار کو حضرت علی علیہ السلام کا رفیق اور بھائی مقرر فرمایا۔ لہذا ایک دن پیغمبرؐ خدا نے عمار سے فرمایا۔ کہ اے عمار تمہیں خوشخبری ہو کہ تو حضرت علی علیہ السلام کا ربن میں اُن بھائی اور اُن کے بزرگ ترین دوستوں میں سے ہوگا۔ اور ان کی دوستی میں قتل کیا جائے گا۔ اور ظالم

جفاکار تمہیں شہید کریں گے۔ اور دُنیا سے تیری آخری روزی میٹھا شربت ہو گا۔ کہ اس شربت میں پانی زیادہ ملا دیا ہو گا۔

اور جب حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ مدینہ میں وارد ہوئے پختہ ارادہ فرمایا۔ کہ ایک مسجد تعمیر کریں۔ اور جہاں مسجد تعمیر کرنی تھی وہ ایک ویران مقام تھا۔ دس مثقال سونے میں اُس زمین کو خرید فرمایا جس میں چند کھجور کے درخت اور دو تین کفار کی قبریں تھیں جن کو باہر کر دیا۔ اور اپنے اصحاب سے فرمایا۔ کہ پتھریلی زمین سے جو پہاڑیاں مسجد سے نزدیک ترین فاصلے پر موجود تھیں۔ وہاں سے پتھر اپنے کاندھوں پر اُٹھا کر لائیں۔ اور خود آنحضرتؐ آگے آگے اور مہاجر و انصار آنحضرتؐ کے پیچھے پتھر لینے کے لئے روانہ ہوئے۔ اور پتھر اپنے کاندھوں پر نہایت شوق اور خوشی سے اُٹھا لاتے۔ اور جب عمار کی نظر حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ پر پڑی اور دیکھا کہ پتھر کے بوجھ سے حضورؐ کی نازک پیشانی سے پسینہ جاری تھا۔ اُس نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ میں حضورؐ کو اس تکلیف میں دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ لہٰذا اب اور پتھر نہ لائیں۔ میں دُوسرا پتھر بھی اُپنے کاندھے پر اُٹھا لاؤنگا۔ ایک اپنا اور دوسرا آپ کے حصّہ کا ہو گا۔ آپ نے عمار کے حق میں دُعا فرمائی اور اپنے

رومال سے اُس کے چہرے سے گرد اور پسینہ کو صاف فرمایا اور کبھی کبھی آپ پتھر اٹھا لاتے اور فرماتے کہ میں بھی مسجد کی تعمیر کرنے والوں کی فضیلت میں شامل ہو جاؤں۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک دن حضرت علی علیہ السلام عمار کے ساتھ مسجد کی تعمیر میں تکلف اٹھا رہے تھے۔ اور اُن کی پیشانی سے پسینہ جاری تھا۔ عثمان نے جب اُن کو دیکھا۔ کہ وہ غبار سے اَٹے ہُوئے ہیں۔ تو اپنی ناک پہ ہاتھ رکھ کر کمال تکبر کے ساتھ اُن کے پاس سے گذرا تو اس کی بے اعتنائی کو دیکھ کر عمار نے شکوہ کیا۔ عثمان اس بات پر غصہ میں آگیا اور عمار سے کہا۔ اے سیاہ چہرے والے غلام نادان تمہیں یہ شایان نہیں تھا۔ کہ میری توہین کرے۔ عثمان حضرت رسولؐ خدا کے پاس پہنچا۔ اور عرض کیا۔ کہ ہم اس لئے آپ پر ایمان نہیں لائے اور اسلام اس لئے اختیار نہیں کیا۔ کہ آپ کے اصحاب سے فحش کلامی سُنیں۔ اور ہماری آبرو اس طرح پامال ہو جائے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں تیرے اسلام لانے سے گذرا۔ اور جہاں چاہے تو چلا جا۔ اور تو حق نہیں رکھتا کہ اسلام قبول کرنے کی منت مجھ پہ دہرائے۔ اور خداوند نے یہ آیہ یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علی

اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صادقین۔ یعنی یہ منت آپ پر نہ دھریں کہ وہ مسلمان ہو گئے۔ اُن سے کہہ دیں۔ کہ اپنے اسلام لے آنے کا احسان مجھ پر نہ کرو۔ بلکہ خدا نے تم پر احسان کیا کہ تم کو ایمان کی طرف ہدایت فرمائی۔ اگر تم اپنے دعوے اسلام میں سچے ہو۔ عثمان اسی وجہ سے عمار کے متعلق کینہ اور دشمنی دل میں رکھتا تھا کہ خدا اور اس کے رسولؐ نے اس کی حمایت اور پشت پناہی کی اور مجھے ہنکار کر دور کیا۔ جب عثمان نے خلافت کو غصب کیا۔ اور یہ دل میں ٹھان لی۔ کہ عمار سے بدلہ لے گا۔ جب عثمان کی سختیاں حد سے زیادہ گذر گئیں۔ اور لوگ اس کی سختی سے تنگ آ گئے۔ تو سب نے اکھٹے ہو کر ایک طویل تحریر لکھی۔ جس میں عثمان کے عیوب اور اس کی ناروا کارروائیوں کو ضبط کیا۔ اور کہا کہ اس تحریر کو اس کی نظر تک پہنچائیں۔ تاکہ شاید وہ اپنی ان بے قاعدگیوں کو دور کردے اور آپس میں مشورہ کیا کہ کون اس تحریر کو اس کے پیش کرے۔ انہوں نے کہا کہ ہم میں سے عمار سے زیادہ کوئی بہتر شخص نہیں ہے۔ کیونکہ عثمان یہ بات جانتا ہے۔ کہ عمار اُن تین آدمیوں میں سے ایک ہے۔ جس کی جنت مشتاق ہے اور کئی بار حضرت رسولِ خدا سے اُس نے سُنا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ عمار کا خون اور گوشت ایمان کے ساتھ مخلوط کیا ہوا ہے۔ لہٰذا وہ تحریر

عمار عثمان کے پاس لے جائے۔ جب عمار نے وہ تحریر عثمان کے پیش کی تو وہ غضبناک ہوگیا۔ اور اپنے غلاموں کو حکم دیا۔ کہ عمار کے ہاتھ اور پاؤں باندھ دیں اور اپنے جوتے سے جو اُس نے اپنے پاؤں میں پہن رکھا تھا۔ عمار کے ستر پر اس سختی سے ٹھوکریں ماریں کہ عمار کو فتق کی بیماری لاحق ہوگئی۔ اور پھر اس کے پہلو میں جوتے کی ٹھوکریں لگائیں کہ عمار کا ایک دانت ٹوٹ گیا اور وہ غش میں آگیا۔ صبح کے پہلے پہر سے آدھی رات تک بے ہوش رہا۔ اور اس طرح اس کی چار نمازیں قضا ہوگئیں۔ عمار کے دوست آئے اور اس کو اُٹھا کر گھر لے گئے جہاں اُس کا علاج کیا گیا۔ اور کچھ مدت کے بعد اس کو اس تکلیف سے افاقہ ہوا۔ مؤلف کہتا ہے۔ کہ عثمان نے کس حد تک جہل و نادانی سے کام بڑھا لیا تھا۔ کہ اسلام لے آنے کی وجہ سے اس کا خون۔ مال و متاع محفوظ ہوگیا تھا۔ اپنی دنیاوی مصلحتوں کے لئے یہاں تک آ پہنچا۔ کہ اپنے طبیب روحانی حضرت پیغمبرؐ خدا پر اپنے اسلام قبول کرنے کا احسان دھرنے لگا۔ کیا عثمان یہ نہیں جانتا تھا۔ کہ مریض کو چاہیئے کہ شفایاب ہونے کے بعد طبیب کی تکلیف کی جو اُس نے مریض کے علاج میں اٹھائی اس کی تلافی کر کے اظہار شکر کرے۔ نا یہ کہ اُلٹا اُس پر اپنا احسان جتائے۔ حالانکہ طبیب نے اُس کو

زندگی میں وقت معینہ تک کی مہلت فراہم کی۔ اس لئے شارع اسلام علیہ السلام نے جو احکام جاری فرمائے۔ وہ لوگوں کی دینی اور دنیاوی مصلحتوں کے لئے ہیں۔ انہیں یاد رکھے اور چاہیئے کہ کمال شوق کے ساتھ اُن کا استقبال کرے۔ اور دنیا و آخرت کی سعادت کے لیئے اُن احکامات کو سرانجام دینے میں سبقت حاصل کرے۔ اور صاحب عقل بروقت اس بات کی تمیز رکھے کہ فلاں موضوع کا ارتکاب اُس کے لیئے نقصان رکھتا ہے۔ اس لئے عقل کا تقاضا یہی ہے۔ کہ اُس سے دوری اختیار کرے۔ اگر اس کے بے حد مخلص اور پختہ دوست اس عمل کے ارتکاب کا تقاضا کریں۔ تو اس کے لئے چاہیئے کہ اس کو قبول نہ کرے۔ اس لئے یہاں تک ثابت ہو جانے کے بعد میں ان کے پڑھنے والے محترم حضرات خصوصاً اپنے ہم وطن جوانوں کے شریف دلوں کو اس طرف متوجہ کروں گا۔ کہ وہ اسلام کے مقدس احکامات کی طرف اپنی توجہ مبذول فرمائیں اور اس کے علاوہ جس عمل سے دُنیا و آخرت کے نقصان کا اندیشہ ہو۔ جن کے کرنے کو حرام فرمایا گیا ہو اور اُن سے رُک جانے کی تاکید کی گئی ہے۔ تاکہ لوگ کہیں اس کے نقصان میں مُبتلا نہ ہو جائیں۔ اور دُنیا و آخرت کے خسارے سے دوچار ہو جائیں

اور دنیا و آخرت کی مجبوریاں اپنے لیئے فراہم کر لیں۔ اپنے اس مدعا کے ثبوت کے لیئے بعض ایسے گناہوں کا میں نے تذکرہ کیا ہے جس کا شاید کوئی مرتکب ہو جائے۔ اُن کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ اُمید ہے کہ مومنین کے نفوس اس سے ضرور اثر قبول فرمائیں گے۔ جن بُرے اعمال کو اسلام نے حرام کیا۔ وہ درج ذیل ہیں۔ مٹی کا کھانا۔ بلی کا کھانا۔ زنا کرنا۔ لواطت۔ گوشت خنزیر کا کھانا۔ شراب کا پینا۔ جُوا کھیلنا۔ وغیرہ۔ یہ عمل اسلام میں کیوں حرام کیئے گئے۔ اور ان کے ارتکاب سے دُنیا و آخرت کے کیا نقصانات مرتب ہوتے ہیں اگر ان کی مکمل تفصیل اور تشریح بیان کی جائے تو یہ مختصر سی کتاب ان تفصیلات کی متحمل نہیں ہو سکے گی۔ لہٰذا انہیں مجبوراً احاطہ تحریر میں نہیں لایا گیا۔ البتہ اس سے آگے عمار یاسر کی شہادت کے متعلق مزید ذکر کیا جاتا ہے۔ مذکور ہے۔ کہ جنگِ صفین میں ایک دن عمار یاسر حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ کہ کیا آج یہ وہی دن نہیں ہے۔ جس دن کے لیئے حضور پیغمبر اکرمؐ نے میرے ساتھ میری شہادت کا وعدہ فرمایا تھا۔ حضرت نے تین دفعہ فرمایا۔ کہ اپنی جگہ پر لوٹ جا اور اس سوال سے درگذر کر۔ عمار نے اصرار کیا۔ تو حضرت نے فرمایا۔ کہ ہاں اے عمار یہ

وہی دن ہے۔ جس کا آنحضرتؐ نے تم سے وعدہ فرمایا تھا۔ یہ
سُن کر عمار نے مُنہ آسمان کی طرف اُٹھایا اور کہا کہ اے خدا تو جانتا
ہے۔ اگر میں یہ جانتا کہ تیری رضا اسی میں ہے۔ کہ میں خود کو دریائے
فرات کے پانی میں غرق کر دوں اور اگر تیری رضا اس میں ہے کہ
میں اپنی تلوار ہی اپنے پیٹ میں گھونپ دوں اور پشت کی طرف
سے اس کو کھینچ لوں بہر صورت میں نے یہ وظیفہ سر انجام دینا
ہی تھا۔ لیکن چونکہ آج میں یہ جانتا ہوں کہ تیری رضا اس میں
ہے کہ اس گروہ کفر سے لڑائی لڑوں اور حضرت علی علیہ السلام
کی رکاب میں جان دے دوں۔ لہٰذا میں شہادت کی راہ
اختیار کرتا ہوں۔ آپ نے تمام دوستوں کو خدا حافظ کیا اور حضرت
علی علیہ السلام کو بوسہ دیا اور معاویہ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔
اور کافی دیر جنگ کی۔ یہاں تک کہ ایک شخص ابی الحادیہ نامی
نے اُن کے پہلو پہ زخم لگا کر انہیں گھوڑے کی زین سے زمین
پہ گرا دیا۔ عمار کا غلام ایک پیالہ دودھ کا جس میں پانی
زیادہ مخلوط کیا گیا تھا۔ اُن کے سرہانے لے آیا۔ جب عمار کی نظر
دُودھ کے پیالہ پہ پڑی تو فرمایا کہ حضرت پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
نے درست فرمایا تھا کہ میری زندگی کا آخری دن وہی ہو گا۔ جب

دودھ میں پانی زیادہ ملایا گیا ہوگا۔ جب اُس دودھ کو پیا۔ تو وہ
اُن کے پہلو سے باہر نکل پڑا اور گھڑی بھر میں جان دے دی
اور جب حضرت علی علیہ السلام کو عمار کی شہادت کی خبر ملی
آپ اُس کے سرہانے پہنچے۔ اس کے سر کو اُٹھا کر اپنے زانو پہ
رکھا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس کے بعد
آپ نے کلمہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ کو زبان پہ
جاری کیا اور فرمایا۔ کہ آج جو شخص عمار کی شہادت پہ غمگین نہیں
ہوگا۔ اس کو نعمتِ اسلام نصیب نہیں ہوگی۔ خدا عمار پہ رحمت
فرمائے۔ جس وقت میں نے حضرت پیغمبرِ خدا کو دیکھا کہ عمار
اُن کے سامنے تھا۔ آپ نے فرمایا کہ عمار کو قتل کرنے والا
جہنم میں ہوگا۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے اس کی
نمازِ جنازہ پڑھی۔ اور اپنے مبارک ہاتھوں سے سپردِ خاک
فرمایا اور جناب عمار ماہِ صفر کی نویں تاریخ کو ۳۷ھ میں
ترانوے برس کی عمر میں شہید ہوئے۔

حالاتِ اُویسؔ قرنی

کتاب منہاج الدموع کا مُصنّف حاج شیخ علی قرنی گل پائیگانی بیان کرتا ہے۔ کہ اپنے والد مرحوم سے جو اہلِ فضل و دانش اور تاریخ سے باخبر تھے میں نے یہ روایت اُن سے نقل کی ہے۔ کہ ہمارا نسب وجودِ مقدس اُویس قرنی پہ منتہی ہوتا ہے۔ اس لئے اپنی شہرت کے لئے اس فخر کی نسبت قرنی سے ملحق کی ہے۔ میرے معظم باپ اس بات کے مدعی تھے۔ کہ ہمارا شجرۂ نسب ہمارے پاس موجود تھا۔ مگر الوار کی غارتگری جو ہم پہ وارد ہوئی اور ہمیں دل کھول کر لوٹا گیا۔ وہ نوشتہ نسب نامہ بھی اس کی نذر ہوا اور اس کا نام و نشان تک ہم کو نہ رہا۔ لہٰذا میں نے اپنے نسب کی صحت کے لئے اویس قرنی کے وجود مقدس کے حالات کو تحریر کرنا مناسب خیال کیا۔ جناب اُویس یمن کے رہنے والے اور حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کے حواریوں میں سے تھے۔ حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ جب قیامت کے دِن منادی حضرت پیغمبرِ

صلی اللہ علیہ و آلہٖ کے حواریوں اور ہر ایک امام علیہ السلام کے حواریوں کے نام آواز دے گا۔ جس جس امام کے حواری کا نام لیا جائیگا۔ اُن کے حواری اپنی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوں گے لیکن جب علی علیہ السلام کے حواریوں کے نام آواز آئے گی تو عمرو بن حمق۔ محمد بن ابو بکر۔ میثم تمار اور اویس قرنی اپنی اپنی جگہ سے اُٹھ کر جواب دیں گے۔

حضرت خاتم النبین صلی اللہ علیہ و آلہٖ نے فرمایا کہ حق کی خوشبو میرے مشام میں یمن کی طرف سے آتی ہے اور کبھی فرماتے کہ میں بہشت کی خوشبو یمن کی طرف سے سونگھتا ہوں۔ اور کبھی آنحضرتؐ فرماتے اے اویس قرنیؓ مجھے تمہارے دیکھنے کا کس قدر شوق ہے۔ اے میرے اصحاب اس بات سے آگاہ رہو۔ جو بھی تم میں سے اُس سے مُلاقات کرے میرے سلام اس کو پہنچا دینا۔ اصحاب نے عرض کیا کہ اویس کون ہے کہ جس سے آپ اس انداز سے اُس کی محبت رکھتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ وہ اونٹوں کو چرانے والا ایک شخص یمن کے بیابان میں رہتا ہے۔ گو وہ تمہاری نظروں سے مفقود ہے۔ مگر میری نظروں کے سامنے حاضر ہے۔ اگر وہ تمہارے پاس آ جائے تو تم اُس سے بے اعتنائی کرو گے۔ کیونکہ

اس کی وضع اور حالت متوجہ کرنے والی نہیں ۔ مگر قیامت کے دن اس کی تشفاعت سے عرب کے دو بڑے قبیلے ربیعہ اور مضر کے لوگوں کی تعداد کے مطابق بہشت میں وارد ہوں گے ۔ اور وہ میرے خلیفہ علی ابن ابیطالب علیہ السّلام کی رکاب میں جنگِ صفین کے موقع پہ شہید ہوں گے ۔ اور اویس کو خیر تابعین بھی کہا جاتا ہے اور اُس کو زاہدوں میں سے شمار کیا جاتا ہے ۔

مولف کہتا ہے کہ اگر کوئی آدمی اُن خبروں کو دیکھے جو اویس قرنی کی فضیلت میں ہم تک پہنچی ہیں ۔ اُن پہ توجہ کرے تو سمجھ جائے گا ۔ کہ فضیلت کا معیار اور خدا اور اس کے رسول کی نزدیکی کا شرف صرف بندگی اور تقویٰ پہ منحصر ہے ۔ اور خدائے قدوس کے نزدیک سیاہ وسفید ۔ بوڑھے اور نوجوان ۔ عورت و مرد ۔ شہری اور دیہاتی ۔ عرب و عجم میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ چنانچہ وہ اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ کے نزدیک وہ اکرم ہے ۔ جو تم میں سے زیادہ متقی ہے ۔ اور اس لحاظ سے عالم امکان کے شخص اوّل حضرت پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہٖ کا یہ اشتیاق قابل توجہ ہے ۔ کہ وہ اونٹ چرانے والے ایک آدمی کے دیکھنے کا شوق رکھتا ہے جو بیابان یمن میں رہتا ہے ۔ جس کا نام اویس ہے ۔ اور آنحضرتؐ اپنے اصحاب سے یہ

ارشاد کریں۔ کہ میرا سلام اُس کو پہنچا دیں۔ گو بظاہر اُس سے ملاقات نہیں فرمائی۔ اور یہ فرمائیں کہ وہ میری نظر میں ہے اور مجھ سے مخفی نہیں ہے۔ پس اس موضوع سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ کسی کی خدا اور اس کے رسولؐ کی نزدیکی کی اصل یگانہ صرف تقویٰ اور دینداری ہی ہے۔

حدیث میں وارد ہے۔ کہ حضورِ اقدس حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا۔ کہ بے شک محمدؐ کا دشمن وہ ہے جو خدا کی معصیت کرے۔ اگرچہ وہ میرا نزدیکی ہی کیوں نہ ہو اور محمدؐ کا دوست وُہ ہے۔ جو خدا کی اطاعت کرے۔ اگرچہ اُس کا نسب مجھ سے دُور ہو۔ نیز حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ایک دن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی ملاقات سعید الخیر سے ہُوئی اور دیکھا کہ وہ ابر بہار اور اُس عورت جس کا بچہ مر گیا ہو۔ کی مانند گریہ کر رہا تھا۔ آپ نے اُس سے رونے کی وجہ پوچھی تو اُس نے عرض کیا۔ کہ میں گریہ کیوں نہ کروں کہ میں قرآن میں بیان کردہ شجر ملعونہ نسل بنی اُمیّہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ حضرت باقر علیہ السلام نے اُس سے فرمایا کہ تو بنی اُمیّہ سے نہیں ہے۔ تو ہم اہلبیتؑ پیغمبر میں سے ہے۔ کیا تو نے سُنا نہیں کہ خداوند تعالےٰ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نقل فرمایا۔

انہوں نے فرمایا۔ کہ جو شخص ہماری مطابعت کرتا ہے۔ وہ ہم میں سے ہے۔ اس سے پہلے بیان ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن محمد بن ابی بکر ہمارے بیٹوں کی جُز میں شمار ہوگا۔ اور فرعون کی بیوی آسیہ ایمان اور تقویٰ کے لحاظ سے حضرت زہرا کے ہمراہ اور مصاحب ہو گی۔

لیکن زید بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اس اثر کے لحاظ سے جو اس نے بصرہ میں تعدی کی اور عباسیوں کے گھروں کو جلا کر خاک کر دیا۔ اس کو زید النار کہتے ہیں۔ اس کو مامون کے حکم سے گرفتار کر کے خراسان میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس لایا گیا۔ فرمایا کہ اے زید تمہیں کوفہ کے نادان لوگوں کی باتوں نے تم کو مغرور کر دیا۔ اور تم سے کہا کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی عفت کے اثر سے اس کی اولاد پر جہنم کی آگ کا عذاب نہ ہوگا۔ اور آگ کو اُن کی ذریت پر حرام کر دیا ہے۔ یہ شرف حضرت فاطمہ کی اُس اولاد کے لئے مختص ہے جو اُن کے بطنِ مبارک سے پیدا ہوئی جو حسن اور حسین علیہم السلام کی مانند ہے۔ اگر تمہارا یہ اعتقاد ہو کہ تو اس قسم کے گناہ کا ارتکاب کر کے بہشت میں جائے گا۔ اور تیرے باپ حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام اپنے

تقویٰ اور عبادت نیز صدمات جو اُن کو پہنچے برداشت کرنے پر بہشت میں جائیں گے تو خدا کے نزدیک اُن سے گرامی تر ہوگا۔ یہ تمہارا اعتقاد بالکل باطل ہے۔ اور پھر اس کی اس قدر توبیخ ملامت فرمائی اور قسم کھائی کہ جب تک زندہ رہوں گا پھر اُس سے کلام نہ کروں گا۔ جب زید یہ ظاہر کرتا تھا۔ کہ میں موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام کا بیٹا اور آپ کا بھائی ہوں تو حضرت نے فرمایا کہ کیا تو نہیں جانتا کہ جب حضرت نوحؑ کشتی میں سوار ہوئے۔ اور بہت اصرار کیا کہ اُس کا بیٹا کشتی میں اُن کے ساتھ سوار ہو جائے مگر اُس نے قبول نہ کیا۔ اور کہا کہ میں پہاڑ پر چڑھ جاتا ہوں یہاں تک کہ وہ طوفان میں غرق ہو گیا۔ حضرت نوحؑ نے خدا سے عرض کیا۔ کہ میرا بیٹا پانی میں غرق ہو گیا۔ اور تیرا وعدہ تھا کہ تو میری اہل کی حفاظت فرمائے گا۔ خطاب ہوا کہ وہ تیرے اہل میں سے نہیں تھا۔ کیونکہ اُس کا عمل ناپسندیدہ تھا۔ اور اسی طرح ہم میں سے جس کا عمل ناپسندیدہ اور بُرا ہوگا۔ وہ ہمارے خاندان سے نہیں ہوگا۔ بلکہ ممکن ہے کہ احادیث سے بھی یہ استفادہ ہو جائے۔ کہ جب سید اہل معصیت ہو گیا۔ تو اس کا گناہ غیر سید گنہگار سے زیادہ ہوگا۔ چنانچہ میرداماد نے اپنی کتاب فضائل السادات

میں حضرت امام زین العابدین سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ آپ نے
فرمایا۔ کہ ہمارے نیکوں کے لئے دو ثواب ہوں گے۔ اور ہمارے
بُروں کے دو گناہ لکھے جائیں گے۔ اور اسی طرح حدیث میں وارد
ہے۔ کہ خداوند ستر گناہ جاہل کے بخش دے گا۔ اس سے پہلے
وہ عالم کا ایک گناہ معاف کرے۔ اور حضرت سجاد علیہ السّلام
صحیفہ میں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے وصف میں خدا
سے عرض کرتے ہیں۔ کہ تیرے پیغمبرؐ نے دین کو زندہ کرنے
کی خاطر اپنے اُن قریبیوں سے قطع رحم کیا جو کافر تھے۔
اور بیگانوں سے جو اُن پر ایمان لے آئے دوستی اور محبت
کا رشتہ جوڑا۔ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول
ہے آپ نے فرمایا۔ کہ خدا اور بندوں میں سے کسی ایک نفر کے
درمیان بھی کوئی قرابت نہیں ہے اس لئے اس کے بندوں
میں سے اُس کے نزدیک باعزت وہ ہے۔ جس کا تقویٰ زیادہ
اور دانا تر ہو۔ اطاعتِ حق کے لئے۔ جو شخص حق کی اطاعت کرے
وہ ہمارا دوست ہے۔ اور جو اس کے احکام کے مخالف عمل
کرے وہ ہمارا دشمن ہے۔ کوئی بھی شخص ہماری دوستی تک نہیں
پہنچتا مگر وہ جو معاصی حق سے دُوری اختیار کرے اور شائستہ عمل

بجا لائے۔ اور حدیث میں وارد ہے۔ کہ جب حمران بن اعین نے اپنے ایمان کو حضرت امام صادق علیہ السلام کے سامنے ظاہر کیا۔ اور حضرت نے اس کے ایمان کی تصدیق فرمائی اور اُس سے کہا۔ کہ اے حمران جو بھی شخص تمہارے اس اعتقاد کے مخالف جو تو نے ظاہر کیا۔ تو وہ زندیق اور گمراہ ہوگا۔ حمران نے عرض کیا کہ وہ خواہ اولادِ علیؑ اور فاطمہؑ سے ہی ہو۔ آنحضرتؑ نے فرمایا۔ کہ اگر وہ حضرت پیغمبرؐ۔ علیؑ اور فاطمہؑ کی اولاد میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ اور نیز حدیث میں وارد ہے۔ کہ ایک شخص نے حضرت سجّادؑ کو دیکھا کہ کثرت گریہ سے غش فرما گئے اور زمین پر گر گئے۔ پھر جب حضرت ہوش میں آئے۔ تو اُس نے حضور مبارک سے عرض کیا۔ کہ آپ کی بے قراری اور گریہ کس سبب سے ہے۔ کیا حق تعالیٰ نے آیہ تطہیر آپکی شان میں نازل نہیں فرمائی۔ کیا آپ خاندانِ نبوّت سے نہیں ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ حق تعالیٰ نے بہشت اُس کے لئے خلق فرمایا۔ جو اس کی اطاعت کرے۔ اگرچہ وہ سیاہ چہرے والا آدمی کیوں نہ ہو اور جہنم اس کے لئے خلق فرمائی جو اس کی معصیت کرے۔ اگرچہ وہ قریشی سادات میں سے کیوں نہ ہو۔ کیا خدا نے اپنے قرآن میں نہیں فرمایا۔ کہ جب صور پھونکا گیا۔ تو لوگوں

کے درمیان نسب باقی نہیں رہے گا۔ اُس روز کسی سے نسب کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا۔

مؤلف کہتا ہے اگرچہ خدا اور اسکے رسولؐ کے تقرب کی اصل بندگی اور عبادت ہے۔ اور ان کی ذات سے دوری اُن کے احکامات کی مخالفت میں ہے۔ اور ہمیں چاہیئے کہ اپنی دوستی اور دشمنی کا معیار لوگوں کی بندگی اور نافرمانی کو قرار دیں۔ کیونکہ اس سے اللہ سے دوستی اور اُس سے بغض کی تعبیر کی جاسکتی ہے ہم نے کتاب منتہی المقال کے صفحہ ۲۶۰ میں اس موضوع پر تفصیلاً اشارہ کیا ہے۔ لیکن اکثر خبروں سے استفادہ ہوتا ہے۔ کہ سلسلہ جلیلہ سادات اور اولادِ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ اگر خدانخواستہ صاحبِ گناہ اور فسق ہو تو کسی کو اُن کی توہین نہیں کرنی چاہیئے۔ جو کہ اُن کی رنجش کا باعث ہو۔ چنانچہ میرداماد (رح) اپنی کتاب فضائل السادات میں تحریر کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے چاہا۔ کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے ایک سید کی مذمت کرے۔ حضرت نے اُس سے فرمایا۔ کہ خاموش ہو جا تمہارے لئے جائز نہیں۔ کہ ہم اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے معاملات میں مداخلت کرو۔ سوائے نیکی اور خوبی کے۔ کیونکہ ہم سے

کوئی ایسا نہیں کہ جسکی موت قریب آجائے۔ مگر یہ کہ اس کی سعادت کو پرکھ سکے اگرچہ اس کی اخیر عمرادشمنی کے دو مہینے سے زیادہ نہ ہو۔

فضائلِ سادات میں منقول ہے۔ کہ سید حسین جس کا نسب پانچ واسطوں سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر منتہی ہوتا تھا۔ شہر قم میں شراب خوری کے لئے مشہور تھا۔ ایک دن اُس نے چاہا۔ کہ احمد بن اسحاق جو کہ امام حسن عسکری کا وکیل تھا۔ اُس سے صدقات اور سہم امام جمع کرنے اور انہیں وہاں پہنچانے کے لئے اُس کو مقرر کرے احمد بن اسحاق نے سید حسین کو وہاں جانے کی اس لئے اجازت نہ دی کیونکہ وہ فسق میں مبتلا تھا۔ اور اس کو اپنے دروازہ سے انکار کے ساتھ لوٹا دیا۔ یہاں تک کہ اُس سال احمد بن اسحاق حج ادا کرنے کے لئے مکہ معظمہ گیا۔ اور واپسی پر سامرا آیا کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہو۔ حضرت نے اُس کو ملنے کی اجازت نہ دی۔ آخر بہت عاجزی اور فریاد کے بعد حضرت نے اس کو پاس آنے کی اجازت دی۔ اُس نے عرض کیا کہ اے فرزندِ رسول میرا کیا قصور تھا۔ کہ آپ نے مجھ سے ملنے کا انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ اس لئے کہ تو نے میرے چچا کے بیٹے کو اپنے دروازے سے مایوس لوٹا دیا۔ احمد بن اسحاق

رو دیا اور عرض کیا۔ کہ میں نے اُس کو اپنے دروازے سے انکار کے ساتھ صرف اس لئے لوٹا دیا کہ خدا کی قسم وہ فسق میں مبتلا تھا۔ اور قم کے تمام شہر میں یہ مشہور تھا۔ کہ وہ شراب پیتا ہے۔ حضرت نے فرمایا تو سچ کہتا ہے۔ لیکن تم پر واجب ہے کہ اولادِ رسولؐ کا ہر حالت میں احترام کرو۔ اور اُن کی توہین نہ کرو۔ کیونکہ وہ ہم سے نسبت رکھتے ہیں۔ اور اُن کی بے عزتی کرنا تمہارے خسارہ کا باعث ہو گی۔ اور حضرت پیغمبرِ خدا سے منقول ہے آپ نے فرمایا۔ کہ میری اولاد کے اچھوں کی اللہ کے لیے محبت کرو۔ اور بُروں کی میرے لئے کرو۔

جناب اویس قرنیؓ کے حالات

اویس قرنی یمن کے بیابان میں لوگوں کے اونٹ چراتا تھا۔ اور اونٹوں کی چرائی کی اُجرت سے اپنی نیک ماں کا نان و نفقہ مہیا کرتا تھا۔ ایک دن اُس نے اپنی ماں سے کہا۔ اگر آپ اجازت دیں۔ تو میں مدینہ میں جا کر پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی زیارت سے مشرف ہوں۔

ماں نے اُس کو اجازت دے دی ۔ لیکن اس کی یہ شرط رکھی کہ اگر آنحضرتؐ مدینہ میں موجود نہ ہوں ۔ تو اُن کے انتظار میں نہ رہیں۔ منزلیں طے کرتے اویس مدینہ میں آئے اور حضورؐ کے در دولت پر پہنچے ۔ اور حضورؐ کے متعلق دریافت کیا ۔ جناب ام سلمہؓ نے فرمایا ۔ کہ آنحضرتؐ جنگ پر تشریف لے گئے ہیں ۔ اویس نے عرض کیا ۔ کہ جب حضورؐ سفر سے واپس تشریف لائیں ۔ تو میرا سلام اُن کو پہنچا دیں ۔ اور کہیں ایک مرد اویس نامی یمن سے آپکی زیارت کے لیئے یمن سے آیا تھا چونکہ حضورؐ تشریف نہیں رکھتے تھے ۔ اور اس کی ماں نے مدینہ میں ٹھہرنے کی اجازت نہیں دی تھی ۔ لہذا واپس چلا گیا ۔ اور جب حضورؐ اکرم سفر سے واپس تشریف فرما ہوئے تو گھر میں داخل ہوتے ہی فرمایا ۔ کہ یہ نورؐ کیسا ہے جو میں اس گھر میں دیکھ رہا ہوں ۔ جناب ام سلمہ نے تمام قصہ اویس کی آمد کا سُنایا ۔ کہ اویس یہ نور ہمارے گھر میں یادگار چھوڑ کر چلا گیا ۔ باوجود اس کے کہ اویس کئی کئی دن بیابان میں اونٹوں کے پیچھے دوڑتا رہتا تھا ۔ اس کے بعد وہ اُن کو ان کے مالکوں کے گھروں میں بھی پہنچا دیتا تھا ۔ اور نہایت توجہ سے اپنی ماں کی خدمت کرتا رہتا تھا ۔ ایک رات

کہتا کہ آج رات رکوع کی ہے تو ساری رات رکوع میں بسر کر دیتا تھا۔ اور دوسری رات کہتا کہ آج سجود کی رات ہے تو رات بھر سجدے میں گذار دیتا۔ اُس سے کہا گیا۔ کہ کیا تم اس طرح تھک نہیں جاتے۔ اس طرح جو تو رکوع اور سجود کرتا ہے تو فرمایا کہ کاش دنیا میں ایک ہی رات رہتی تو میں وہ رات سجدہ میں بسر کر دیتا۔ حضرت علی علیہ السلام کی ہدایت پر جب عمرؓ نے حضرت پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ السلام کا استعمال کردہ لباس اویس قرنی کو دیا۔ چونکہ اویس کے پاس کوئی سِلا ہوا کپڑا نہ تھا۔ وہ اونٹ کی کملی اوڑھتا تھا۔ ایک دن عمرؓ نے اس سے کہا۔ وہ کون ہے جو مجھ سے یہ خلافت ایک روٹی کے ٹکڑے کے عوض لے لے۔ اویس نے اُس سے فرمایا کہ جس شخص کو عقل ہو گی وہ یہ سودا نہیں کرے گا۔ اور اگر تو سچ کہہ رہا ہے۔ تو اس کو چھوڑ کر چلا جا۔ اور جو بھی خود کو اس کا اہل سمجھے گا۔ اس کو سنبھال لے گا۔ دوسرے دن عمرؓ نے کہا۔ کہ میرے حق میں دُعا کریں اویس نے فرمایا۔ کہ میں ہر واجب نماز کے بعد جملہ مومنین اور مومنات کے حق میں دُعا کرتا ہوں۔ اگر تو اہلِ ایمان ہو گا۔ تو میری دُعا تم کو ضرور پہنچے گی۔ ورنہ میں اپنی دُعا کو ضائع کیوں کروں۔

جناب اویس قرنؓ کی نصیحتیں

جناب اویس سے سوال کیا گیا۔ آپ نے صبح کس طرح کی۔ آپ نے فرمایا۔ وہ کس طرح صبح کرے۔ جو کہ ہمیشہ صبح کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ وہ دن کو شام تک پہنچاتا ہے یا نہیں۔ اور جس وقت شام ہو جائے۔ وہ نہیں جانتا۔ کہ وہ صبح تک پہنچے گا۔ یا موت اُسے صبح سے پہلے لے جاتی ہے۔ اس کے باوجود اُس کو بہشت کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ حالانکہ اُس نے بہشت میں داخل ہونے والا عمل نہیں بجا لایا۔ اور باوجود اس کے کہ اُس کو جہنم کی سختی سے ڈرایا جاتا ہے۔ حالانکہ اُس نے کوئی ایسے اعمال نہیں کئے جو اس کے جہنم میں داخل ہونے کا موجب ہوں۔ خدا کی قسم بے شک موت اور اُس کا غم۔ اور قیامت کے خوفناک دن کی یاد ایک مومن کے لئے دُنیا میں کوئی خوشی باقی نہیں رہنے دیتی۔ اور حقوق واجبہ کی ادائے گی اُسے سونا اور چاندی پیچھے نہیں چھوڑنے دیتی۔ جس وقت مومن کو بلایا جائے۔ وہ حق کے ساتھ قیام کرے۔ اور حق بات کہے۔ اور اس کی دوستی کسی

کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتی۔ جب تک اُسے نیکی کی راہ پر گامزن نہ کرے۔ اور اسے بُرے راستے سے روکے۔ بلکہ اس کی زندگی اس طرح انجام کو پہنچے کہ دوست اُس سے دست بردار نہ ہو جائیں۔ اور اس کے دشمن بن جائیں۔ اور اس کو گالی گلوچ دیں۔ خدا کی قسم کسی کی دشمنی ہمیں حق کہنے سے باز نہیں رکھ سکتی۔

ایک دن حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے عمر سے فرمایا۔ کہ تو میری امت کے ایک ایسے آدمی سے ملاقات کرے گا۔ جو قیامت کے دن میری اُمت کے گنہگاروں کی قبیلہ ربیعہ اور مضر کے لوگوں کی تعداد کے برابر شفاعت کرے گا۔ جب تو اُس سے ملاقات کرے تو اس کو میرا سلام پہنچانا۔ عمر یہ ارادہ رکھتا تھا۔ کہ وہ اویسؒ سے ملاقات کرے اور حضرت رسولِ خدا کے سلام اسکو پہنچائے۔ یہاں تک ایک سال حج کے موقعہ پر اُسے بتایا گیا۔ کہ اویس اپنے چند اصحاب کے ساتھ حج سے ہو کر چلا گیا۔ عمر ہمیشہ یمن کے لوگوں سے سوال کرتا تھا۔ اویس کو مجھ سے ملائیں۔ وہاں کے لوگ اُس سے کہتے کہ جس شخص کے متعلق تو پوچھتا ہے۔ ہم اس کو دیوانہ سمجھتے ہیں۔ اور وہ بچوں کے لیئے کھلونا بنا ہوا ہے۔ عمر نے کہا معاذ اللہ میں اس سے ملاقات کرنے

کو دوست رکھتا ہوں۔ یہاں تک کہ حج کے دنوں میں عمر سے اویس کا تعارف کرایا گیا۔ عمر نے دیکھا کے اویس نے بہت بوسیدہ لباس پہنا ہُوا تھا۔ اور مفلسی کی حالت میں تھا۔ اُس کو کہا۔ کہ حضرت پیغمبرِ خداؐ نے ایک امانت میرے پاس تمہارے لئے چھوڑی ہے۔ جو میں تم کو پہنچانا چاہتا ہوں۔ اور وہ اُن کا سلام ہے جو تمہارے لئے دیا ہے۔ آنحضرت نے مجھے خبر دی۔ کہ تو قبیلہ ربیعہ اور مضر کے لوگوں کی تعداد کے برابر قیامت کے دن اُمت کے گنہگاروں کی شفاعت کرے گا۔ جونہی عمر نے پیغمبرِ خداؐ کا سلام اس کو پہنچایا۔ تو وہ سجدہ میں گر گیا اور ایک گھنٹہ تک روتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس کا رونا بند ہو گیا۔

لوگوں نے خیال کیا۔ کہ اویس دُنیا سے چل بسا۔ اُسے ہلایا گیا اور کہا گیا۔ کہ اپنی جگہ سے اُٹھ۔ کیونکہ خلیفہ (عمر) کے سامنے اس طرح پڑا رہنا خلافِ ادب ہے۔ اُس نے سر اُٹھایا۔ تو عمر نے کہا۔ کہ ہم کو بھی اُن لوگوں کا ایک حصّہ قرار دے۔ جن کی تو قیامت کے دن شفاعت کرے گا۔ لوگ اویس کے گرد جمع ہو گئے۔ اپنے ہاتھ اُس کے لباس پہ پھیرنے لگے اور اپنے ہاتھوں کو اپنے چہروں پہ ملنے لگے۔ اویس نے کہا کہ اے عمر تو نے مجھے بہت ہی تکلیف میں ڈالا۔ جو اس طرح لوگوں سے تو نے میری پہچان کرائی۔ جب حضرت علیؑ

علیہ السلام جنگِ صفین کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ جب آپ اُس مقام پر پہنچے جس کو ذی قار کہتے ہیں۔ فرمایا کہ آج کوفہ کی طرف سے ایک ہزار آدمی بغیر کسی کمی و بیشی کے یہاں پہنچ رہے ہیں۔ اوراس مقام پر میری بیعت کی شہادت دیں گے۔ ابن عباس کہتے ہیں۔ کہ میں از حد پریشان ہوا۔ اس لئے کہ شاید جو تعداد حضرت علی علیہ السلام نے فرمائی۔ ایک آدمی اس سے کم یا زیادہ نہ ہو جائے۔ کاش حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے تعداد کا تعین نہ کیا ہوتا اتنے میں آدمیوں کی ایک بھاری تعداد کوفہ سے وہاں پہنچی۔ اور حضرت علیؑ سے بیعت کی گواہی دی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے اُن کو گِنا۔ تو وہ نوسو ننانوے آدمی تھے۔ میں اس سے بہت پریشان ہوا۔ کہ اگر کوئی اور شخص اِن کی تعداد کو گِن لے تو یہ سمجھے گا۔ کہ حضرت علی علیہ السلام نے جو تعداد بتائی ہے۔ اس سے ایک آدمی کم ہو گیا۔ اور یہی اس کے شک کا موجب بن جائے گا۔ اسی اثنا میں میں نے دیکھا۔ کہ ایک آدمی اُونی لباس پہنے اور دو تلواریں اور ڈھالیں حائل کئے آ گیا۔ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ یا علیؑ اپنا دستِ مبارک دیں تاکہ میں آپ سے بیعت کروں۔ حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا کہ تو کس قسم کی

بیعت کرے گا۔ عرض کیا کہ اس طرح کہ آپ کی فرمائشوں کو سنوں اور آپ کے احکامات کی اطاعت کریں۔ یہاں تک کہ شہید ہو جاؤں۔ خداوند آپ کو فتح عطا فرمائے۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہارا کیا نام ہے۔ عرض کیا۔ اویس حضرت نے فرمایا تو اویس قرنی ہے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر۔ میرے چچا کے بیٹے حضرت پیغمبرِ اسلام نے مجھ سے فرمایا۔ کہ یا علیؑ تو میری امت کے ایک آدمی جس کا نام اویس قرنی ہوگا سے ملے گا۔ وہ تیری رکاب میں شہید ہوگا۔ اور اس کی شفاعت سے میری امت کے آدمی قبیلہ ربیعہ اور حضر کے لوگوں کی تعداد کے برابر بہشت میں داخل ہوں گے۔ جناب اویس جنگِ صفین کے موقعہ پر حضرت علیؑ کی رکاب میں شہید ہوئے۔

حالاتِ قنبر غلام علیؑ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حضرت علی علیہ السّلام کا غلام تھا۔ جس کو قنبر کہتے تھے۔ اور آنحضرت سے اُس کی محبت زیادہ تھی۔ ہر وقت اپنے ہاتھ میں

تلوار تھامے رکھتا تھا۔ جہاں بھی حضرت علی علیہ السلام جاتے تھے۔ یہ اُن کے پیچھے چلتا رہتا۔ اور وہ صاحب شجاعت اور بزرگ فوق السعادت تھا۔ چنانچہ جنگِ صفین میں جب کہ حضرت علی علیہ السلام کی حالت بہ سبب حملۂ دشمن تنگ محسوس ہو رہی تھی۔ تو آپ فرماتے تھے جب موت میرے نزدیک آتی ہے تو میں اپنا دامن کمر سے باندھ لیتا ہوں اور قنبر کے تمام آواز دیتا ہوں۔ قنبر کی قدر کی بلندی اس حد تک تھی۔ کہ ایک دن حضرت علیؑ کے دوستوں میں سے ایک شخص حضرت کے ایک دشمن کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اچانک دور سے قنبر آتے دکھائی دئے۔ تو وہ محبِ علیؑ اپنی جگہ پہ اُٹھ کھڑا ہوا اور جب تک قنبر وہاں سے گذر نہ گئے وہ اپنی جگہ پر نہ بیٹھا۔ اُس منافق آدمی نے پوچھا کہ تو نے قنبر کا اس حد تک کیوں احترام کیا۔ اُس نے فرمایا کہ میں اُس شخص کا احترام نہ کروں کہ جس کے قدموں کے نیچے فرشتے اپنے بال و پَر بچھاتے ہیں۔ وہ منافق آدمی اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اور کسی بہانہ سے قنبر کو پکڑ لیا۔ اُس کو گالیاں دیں اور چند ضربیں تازیانے کی بھی اس کو ماریں۔ اس کے بعد حضرت علی نے سُنا۔ کہ جس شخص نے دشمنِ علیؑ کے سامنے قنبر کا احترام کیا تھا۔ اس کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔

لہٰذا علی علیہ السلام اس کی عیادت کو گئے۔ وہ بے چارہ درد کی شدت سے لوٹ رہا تھا حضرت نے اُس سے فرمایا تو نے خود ہی سبب پیدا کیا۔ کہ سانپ نے تم کو کاٹا۔ کیونکہ کل تو نے فلاں شخص کے سامنے جس کو تو جانتا تھا کہ وہ میرا دشمن ہے قنبر کا احترام کیا۔ اور اس نے میرے ساتھ دشمنی رکھنے کی وجہ سے قنبر کو گالیاں دیں اور اُسے تکلیف پہنچائی۔ تو نے قنبر کی اذیت کا سبب فراہم کیا خدا نے اس سانپ کو تم پر مسلط کر دیا۔ جس نے تمہیں کاٹ لیا۔ ایک دن متوکل علیہ اللعن نے ابنِ سکیت جو کہ اکابرین شیعہ میں سے تھا۔ اور علم لغت نحو۔ ادب اور شعر میں اُستاد کا درجہ رکھتا تھا۔ سے پوچھا کہ میرے دو بیٹے معتز اور موئد جنہیں تو درس دیتا ہے۔ تیرے نزدیک یہ زیادہ محبوب ہیں۔ یا حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام جو علی علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ ابن سکیت نے کہا کہ خدا کی قسم۔ حضرت علیؑ کا غلام قنبر میرے نزدیک تجھ سے اور تیرے بیٹوں سے زیادہ عزیز ہے۔ یہ سُنکر متوکل غصہ میں آگیا اور جلاد کو آواز دی اور اُس مظلوم کے سر کو پھاڑ دیا۔ اور اس کی زبان سر کے پیچھے سے کھچوا لی۔

اور اُسی گھڑی ابنِ سکیت نے جان دے دی۔

کیفیت شہادت قنبر

ایک دن حجاج ابن یوسف نے جو عبدالملک مردود کی طرف سے کوفہ میں حاکم تھا۔ کہا۔ کہ آج میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ علی علیہ السلام کے کسی دوست کو قتل کروں۔ اور اُس کا خون گرا کر اللہ کا تقرب حاصل کروں۔ اُس کو کہا گیا۔ کہ قنبر سے زیادہ کسی اور نے حضرت علیؑ کی خدمت نہیں کی۔ اُس نے حکم دیا۔ اور قنبر کو فوراً لا کر اُس کے سامنے کھڑا کر دیا۔ حجاج نے اُس سے پوچھا تو علیؑ کی کیا خدمت کرتا تھا۔ فرمایا کہ میں اُن کے وضو کے لئے پانی لے آیا کرتا تھا۔ پھر کہا کہ جب علیؑ وضو کر لیتا تھا تو پھر کیا پڑھتا تھا۔ فرمایا اس آیت کی تلاوت فرماتا تھا:۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیهم سے والحمد للہ رب العٰلمین تک۔

حجاج نے کہا کہ یقیناً اِن آیات کی مجھ پر تاویل کرتا تھا۔ فرمایا۔ ہاں! حجاج نے کہا کہ تو علیؑ کا غلام تھا۔ فرمایا میں خدا کا بندہ ہوں اور

حضرت علیؑ کو اپنا مولا مانتا ہوں۔ حجاج نے کہا کہ علی کے دین سے بیزاری اختیار کر۔ فرمایا کہ اُس کے دین سے کوئی بہتر دین نہیں کہ اُس کے دین سے دُوری حاصل کروں۔ کہا کہ تمہیں کس طرح قتل کروں۔ فرمایا جس طریقے سے تو چاہے مجھے قتل کر۔ تاکہ اُسی طریقے سے میں تجھ سے قصاص لے سکوں۔ لیکن میرے آقا نے مجھے خبر دی تھی۔ کہ تو مجھے ذبح کرے گا۔ کہا بہت اچھا تمہارے قتل کا طریقہ مقرر کر دیا گیا۔ اور حکم دیا کہ جلاد اُن کا سر جُدا کرے۔

عمرو بن حمقؒ

عمرو بن حمق حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ السلام کے بزرگانِ اصحابہ اور حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب اور آنحضرت کے تابعین میں سے تھا۔ اور حضرت علی علیہ السلام کے نزدیک وہ اُس بلند مقام کا مالک تھا۔ جس طرح کے جناب سلمانؓ حضرت پیغمبرِ خُدا کے نزدیک رکھتے تھے۔ حضرت علیؑ نے اُس کے حق میں فرمایا۔ کہ اس کے دل کو نورانی فرما۔ اور اُس کو راہِ راست کی ہدایت

عطا کر۔ کاش میرے دوستوں میں عمرو بن حمق جیسے ایک سو آدمی ہوتے تمام غزوات میں عمرو بن حمق علی علیہ السلام کے معاون رہے۔ ایک دن حضرت پیغمبرؐ خدا نے پانی مانگا۔ عمرو بن حمق نے فوراً حاضر کردیا۔ آنحضرتؐ نے اُس کے حق میں یہ دُعا فرمائی کہ اے خدا عمرو بن حمق کو جوانی سے بہرہ مند کر یہ اس دعا کا اثر تھا۔ کہ اس کی عمر کے اسّی سال گذر گئے۔ مگر اُس کی ڈاڑھی میں ایک سفید بال پیدا نہ ہوا۔ ایک دن عمرو بن حمق حضرت علیؑ کے پاس آیا حضرتؑ نے اُس کے چہرہ پر زردی مشاہدہ فرمائی تو آپ نے اس کی وجہ پوچھی۔ عرض کیا۔ کہ مجھ کو سستی سی عارض ہو گئی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا بے شک ہم تمہاری خوشی سے خوش ہوتے ہیں اور تمہارے غم سے غمگین ہو جاتے ہیں۔ اور ہم مریض ہو جاتے ہیں تمہارے مرض کی وجہ سے اور تیرے حق میں ہم دُعا کرتے ہیں۔ جب تو دُعا مانگتا ہے تو ہم آمین کہتے ہیں۔ حضرت ابا عبداللہ حسین علیہ السلام نے معاویہ کو لکھا۔ تو ایسا آدمی ہے۔ کہ عمرو بن حمق کو بعد اس کے کہ اُس کو امان دی۔ قتل کر ڈالا۔ اگر ایسی امان کسی وحشی پرندہ کو دی جاتی۔ تو وہ بھی پہاڑ سے نیچے اُتر آتا۔ عمرو بن حمق خدا کا ایک صالح بندہ تھا۔ اور اُس نے اس قدر عبادت

کی۔ کہ اُس کا بدن دُبلا ہو گیا تھا۔ اور اس کے رخساروں کا رنگ زرد پڑ چکا تھا۔ عمرو بن حمق کے اسلام لانے کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ حضرت پیغمبرؐ خدا نے ایک جمعیت کسی غزوہ کے لئے روانہ کی۔ اور اُن سے فرمایا۔ کہ تم فلاں رات کو راستہ بھول جاؤ گے۔ اس کے بعد تم اُس جنگل کے بائیں طرف جانا۔ وہاں ایک آدمی پہنچے گا جب تم اُس سے راستہ کے متعلق سوال کرو گے تو وہ تم سے کہے گا کہ جب تک تم یہاں نہیں اُترو گے اور مجھ سے کھانا نہیں کھاؤ گے۔ میں تمہیں راستہ نہیں بتلاؤں گا۔ پھر وہ تمہارے لئے دُنبہ ذبح کریگا۔ اور تمہیں کھانا کھلائے گا۔ اُس کو میری طرف سے سلام پہنچانا۔ اور کہنا کہ پیغمبرؐ اسلام نے ہجرت کر لی ہے۔ جس طرح حضور نے اپنے ان اصحاب سے وقت رخصت فرمایا تھا۔ وہی کچھ واقع ہوا۔ پھر کھانا کھلانے اور حضورؐ کا سلام لینے کے بعد اُس نے اُن لوگوں سے کہا۔ کہ جب تک میں حضرت پیغمبرؐ خدا کی خدمت میں مشرف نہ ہونگا۔ مجھے قرار نہیں آئے گا۔ پس وہ مدینے میں پہنچا اور اسلام قبول کیا۔ حضرت پیغمبرؐ اکرم نے اُس سے فرمایا۔ کہ عمرو تو اپنے گھر کی طرف واپس جا اور جب تو سُنے کہ علی علیہ السلام کوفہ میں آ گئے ہیں۔ تو ان کی خدمت میں حاضر ہو جانا اور ان کی ہمراہیت میں رہنا عمرو اپنے

گھر چلا گیا۔ اور وہاں اُس وقت تک رہا۔ جب یہ سُنا کہ حضرت علیؓ کوفہ میں تشریف لا چکے ہیں۔ تو وہاں اُن کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ ایک دن حضرتؑ نے اُن سے فرمایا۔ کیا کوفہ میں تمہارا کوئی مکان ہے۔ عرض کیا۔ کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اُس کو بیچ دے اور محلہ ازد میں مکان خرید کر لے کیونکہ وہ وقت نزدیک ہے جب میں تمہارے درمیان سے اُٹھ جاؤں۔ دین کے دشمن تمہاری اذیت پر تُل جائیں گے۔ اگر تو اُس جگہ مکان خرید لے گا۔ تو قبیلہ ازد تمہاری حمایت کرے گا۔ اور جب دیکھے کہ تیرا کوفہ میں رہنا خطرناک ہو چکا ہے تو موصل کی طرف چلے جانا۔ یہاں تک کہ دوران راہ میں ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے گا۔ جو چلنے پھرنے سے معذور ہو گا۔ اُس سے پانی مانگنا۔ جب وہ تمہیں پانی دے چکے۔ تو اُس کو اسلام کی دعوت دینا۔ تو وہ مسلمان ہو جائیگا۔ جب مسلمان ہو جائے تو اپنا ہاتھ اس کے زانو پر پھیرنا۔ خدا اُسکے پاؤں کو شفا عطا فرمائے گا۔ اور وہ تیرے ہمراہ چل پڑیگا۔ اس کے بعد تو ایک نابینا آدمی کے قریب پہنچے گا۔ اُس سے بھی پانی کا مطالبہ کرنا۔ اور جب وہ تم کو پانی دے چکے گا۔ تو تمہاری حالت کے متعلق تم سے سوال کرے گا۔ تو اُسے اپنے حال سے آگاہ کرنا اور اس کو دعوت اسلام دینا۔

وہ اسلام قبول کرلے گا۔ پھر تم اس کی آنکھوں پہ ہاتھ پھیرنا خداوند اُس کی آنکھوں کو بینائی عطا فرمائے گا۔ وہ بھی تیرے ہمراہ چل پڑے گا۔ اور وہ دو آدمی تمہارے ساتھی بن جائیں گے۔ یہاں تک کہ معاویہ کا لشکر تمہیں راستہ میں ملے گا۔ تو اُس جگہ کے قریب غار ہے اُس میں پناہ لینا۔ یہاں تک کہ جو کچھ اللہ نے تقدیر میں لکھا ہے۔ واقع ہو کر رہے گا۔ تیرے خون میں اُس وقت جن و انس کے فاسق شریک ہو جائیں گے۔ عمرو بن حمق نے عرض کیا۔ کہ اے امیرالمومنینؑ خدا کی قسم میں آپ سے اپنی دوستی کا اظہار اس لئے نہیں کرتا کہ تو مجھے مال عطا فرمائے۔ یا یہ چاہوں کہ آپ کے توسل سے حکومت حاصل کروں بلکہ آپ کو امام واجب الاطاعت سمجھتا ہوں اگر آپ فرمائیں۔ کہ دنیا کے پہاڑوں کو چلاؤں اور دریاؤں کے پانی کھینچ لوں اور آپ کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کروں۔ حتیٰ الامکان اس میں میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ اور اس کے ساتھ ہی سمجھوں گا۔ کہ آپ کا حقِ خدمت ادا نہیں کر سکا۔ حضرت علی علیہ السلام نے جب اس ثابت قدمی کا مشاہدہ کیا تو اس کے حق میں دُعا فرمائی۔

عمرو بن حمق کی شہادت کا حال

چنانچہ اس سے پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے۔ کہ زیاد علیہ لعنت نے حکم دے رکھا تھا۔ کہ حجر بن عدی کے دوستوں کو جہاں بھی پاؤ۔ میرے پاس کوفہ میں لے آؤ۔ عمر بن حمق نے دیکھا اگر میں کوفہ میں رہ جاؤں تو گرفتار کر لیا جاؤں گا۔ حضرت علیؑ کے حکم کے مطابق موصل کی طرف فرار کیا۔ یہاں تک وہ اُن دو آدمیوں اپاہج اور نابینا کے پاس پہنچا اور انہیں شفا بخشی۔ اور وہ دو آدمی اُس کے ساتھ چل پڑے۔ ناگاہ معاویہ کا لشکر جو اُس کی گرفتاری پہ مامور تھا دور سے نظر آیا۔ اُسے پاس ہی غار نظر آیا۔ جہاں اُس نے پناہ لی۔ جب وہ غار میں داخل ہُوا تو ایک سیاہ سانپ نے اُس کو ڈس لیا۔ جس کے فوراً بعد وہ شہید ہو گیا۔ جب معاویہ کا لشکر وہاں پہنچا۔ اور اُس کے گھوڑے کو دیکھا۔ تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا۔ کہ عمر اس حدود کے اندر کہیں نہ کہیں چھپا ہوا ہے۔ پھر بہت تلاش کے بعد اس کو غار میں مُردہ پایا۔ پھر اُس کے بدن کے جس عضو کو ہاتھ لگاتے وہ زہر کے اثر سے جُدا ہو جاتا۔ اُس

کے بعد اُس بزرگوار کا سر اُن لعینوں نے بدن سے جُدا کیا۔ اور اُس کو شام میں معاویہ کے پاس لے آئے۔ اُس ملعون نے حکم دیا۔ کہ اُن کے نازک سر کو نیزہ پر چڑھا کر شہر شام میں پھرائیں اسلام میں یہ پہلا سر تھا جو نیزہ پر چڑھا۔ عمرو بن حمق علیہ الرحمتہ کا تھا۔ اس کے بعد معاویہ نے حکم دیا۔ کہ اُن کا سر لیکر اُن کی اہلیہ کے دامن میں ڈال دیں۔ جب اُس عورت کی آنکھیں اپنے شوہر کے کاٹے ہوئے سر پہ پڑیں۔ تو اُس کے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ اور کہا۔ کہ مدت مدید تک مجھے اُس کے فراق میں مبتلا رکھا۔ اور اب اُس کا سر میرے لئے بطور ہدیہ لے آئے ہو۔ اس کے بعد اُس عورت نے معاویہ کے بھیجے ہوئے آدمی سے کہا۔ کہ معاویہ کو میری طرف سے کہنا۔ کہ تم نے ایک نیکوکار آدمی کو قتل کیا اور ایک بہت بڑے گناہ کے مُرتکب ہوئے۔ خداوند بہت جلد تم سے اس کے خون کا مطالبہ کریگا۔ اور تم کو اس طرح کے بُرے عمل میں گرفتار فرمائے گا۔ جب معاویہ کے آدمی نے یہ خبر معاویہ کو دی۔ تو اُس عورت کو بلایا گیا اور کہا کہ کیا تو نے یہ باتیں کہی ہیں۔ فرمایا۔ ہاں میں اس سے انکار نہیں کرتی۔ اور نہ اس کے لیئے معذرت کرتی ہوں۔ معاویہ

نے کہا۔ تمہیں میری سلطنت سے خارج ہو جانا چاہیئے۔ اس عورت نے یہ سُنکر فرمایا۔ میں نے شام میں خوش دلی سے زندگی بسر نہیں کی۔ سوائے اس کے کہ میں نے یہاں خونِ جگر پیا۔ راتیں غم میں گذاریں۔ اور قرض کے زیر بار ہو گئی۔ معاویہ کے اصحاب منافقین کے ایک آدمی نے کہا کہ یہ اس لائق ہے کہ اس کو اس کے شوہر کے ساتھ ملا دیا جائے۔ اُس عورت نے کہا کہ اے مردِ منافق مجھے قتل ہونے سے نہ ڈرا میں زندگی سے سیر ہو چکی ہوں۔

حالاتِ میثم بن یحییٰ التمار

میثم تمار حضرت علی علیہ السلام کے خاص اصحاب میں سے تھا۔ اس کو علوم و اسرار ان حضرت سے حاصل ہوئے۔ یہاں تک کہ اُن کے حواریوں میں سے شمار ہونے لگا۔ کیونکہ یہ آنجناب کے اخبارِ غیب سے مطلع تھا اور کبھی کبھی اخبارِ غیب اس سے ظاہر ہو جایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ابن عباس جو بنی ہاشم کے شجرہ طیبہ میں سے تھے۔ اور حضرت علی علیہ السلام کی خدمت

میں حاضر رہ کر قرآن کی تفسیر سیکھتے تھے۔ اور تمام علوم میں دوسروں سے گوئے سبقت لے چکے تھے۔ اس کے باوجود اُن سے کہتے۔ میں تمہارے لئے قرآن کی تنزیل اور تاویل بیان کروں۔ ابنِ عباس حکم دیتے کہ کاغذ و دوات لائے جائیں۔ اور وہ ان پہ میثم کے کلمات تحریر کرتے تھے۔

ابو تمار خالد سے منقول ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ جمعہ کا دن تھا۔ ہم میثم کے ساتھ کوفہ کے دریا میں کشتی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اچانک سخت ہوا چلی۔ فرمایا کہ کشتی کو مضبوطی سے باندھ دو۔ تاکہ خطرہ سے محفوظ ہو جائے۔ کیونکہ یہ ہوا آندھی ہے۔ اور یہ شام سے معاویہ کے رخصت ہونے کی اطلاع دے رہی ہے۔ اور ایک ہفتہ کے بعد معلوم ہوا کہ گذشتہ روز جمعہ کو معاویہ واصل جہنم ہو گیا۔

میثم تو م بنی اسد کی ایک عورت کا غلام تھا۔ اس کو حضرت علی علیہ السلام نے خرید کر آزاد کر دیا۔ اور اُس سے اُس کا نام پوچھا۔ تو عرض کیا کہ میرا نام سالم ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے مجھے خبر دی تھی۔ کہ تیرے باپ نے پہلے تیرا نام میثم رکھا تھا۔ اس لئے تو اُس نام کی طرف لوٹ جا۔

جو تیرے باپ نے مقرر کیا تھا۔ اور اپنی کنیت ابو سالم قرار دی۔
ایک دن حضرت علی علیہ السلام اس کی دکان کے دروازہ پر پہنچے۔ جہاں وہ کھجوریں اور خربوزے بیچتا تھا۔ آپ اُس کی دکان پہ بیٹھ گئے اور اُسے کسی کام کے لیئے وہاں سے بھیج دیا۔ اور حضرت خود اُس کی جنس بیچتے رہے۔ یہاں تک کہ میثم واپس آگیا۔ ایک دن حضرتؑ نے اُس سے کہا کہ اے میثم اُس وقت تو کیا ظاہر کرے گا۔ جب عبیداللہ تم کو حکم دے گا۔ کہ تم مجھ سے بیزاری اختیار کرو۔ عرض کیا کہ میں آپ کی دوستی سے ہرگز دست بردار نہیں ہوں گا۔ فرمایا کہ تجھ کو سُولی پر چڑھائیں گے۔ تین دن سُولی پہ لٹکائے جانے کے بعد تیسرے مُنہ میں لجام دیں گے۔ اور آخر کار نیزہ تیرے پہلو میں اُتار دیں گے۔ جس سے خون تیرے دماغ اور مُنہ سے جاری ہو گا اور اس کے بعد تو دُنیا سے رخصت ہو جائیگا۔
عرض کیا کہ میں صبر کروں گا۔ یہ سب کچھ خدا کی راہ میں کم ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ اس قدر مصائب پہ تیرا تحمل کرنا بہشت میں میرے مساوی تمہیں مقام دلائے گا۔ اس کے بعد آپ اُس کو عمرو بن حریث کے دروازے پر لے آئے۔ اور اس

سے کہا کہ تمہیں اس کھجور کے درخت پر پھانسی پر لٹکائیں گے۔ میثم ہر روز اس کھجور کے درخت کے نیچے آکر نماز ادا کرتا تھا۔ اور فرماتا تھا۔ اے درخت تو میرے لئے اور میں تیرے لئے پیدا کیا گیا ہوں اور عمرو بن حریث سے فرماتے تھے۔ کہ اگر میں کسی دن تیرا ہمسایہ ہو جاؤں۔ تو میرے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ عمرو خیال کرتا تھا کہ میثم ابن مسعود یا ابن حکم کے گھر کی خریداری کا ارادہ رکھتا ہے۔ جب اس کو اُس درخت پر جو عمرو بن حریث کے گھر کے قریب تھا۔ سُولی پہ چڑھایا گیا۔ تو اُس وقت عمرو بن حریث اس کی مراد کو سمجھا۔ لہٰذا اُس نے حکم دے رکھا تھا۔ میثم کی سولی والی جگہ کے نیچے جھاڑو اور چھڑکاؤ کیا جائے اور اس جگہ کو عطر کی خوشبو سے بسایا جائے۔

میثم کی شہادت کا حال

مختصر طور پر اس کی کیفیت یہ ہے۔ جب میثم نے سُنا کہ حضرت حسین علیہ السلام حج کے ارادہ سے مکہ تشریف لے آئے ہیں۔

وہ اسی سال حج سے مشرف ہوا اور حج کرنے کے بعد مدینہ سے مشرف ہوا اور جناب اُمّ سلمہ کے گھر پر آیا۔ اور اپنا تعارف اُن سے کرایا۔ جناب ام سلمہ نے کہا۔ کہ میں نے کئی بار جناب رسولِ خدا سے سُنا۔ کہ وہ تمہیں یاد فرمایا کرتے تھے اور حضرت علیؑ سے تمہاری سفارش فرماتے تھے۔ میثم نے اُن سے خوشبو حاصل کی اور اپنی داڑھی کو اُس خوشبو سے معطر کیا۔ اور فرمایا کہ وہ دن جلد آنے والا ہے۔ کہ جب تم خاندانِ پیغمبرؐ کی راہ میں اِس داڑھی کو میرے سر کے خون سے خضاب کیا جائے گا۔ پھر کوفہ کی طرف واپس لوٹ آیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوفہ میں پہنچتا۔ ابنِ زیاد نے ایک آدمی کو جس کا نام مُعرف تھا۔ اُس کو طلب کیا۔ اور اُس سے کہا کہ میثم کو میرے پاس لے آؤ۔ اُس نے کہا کہ وہ حج پہ گیا ہوا ہے۔ اِتنی مہلت دے۔ کہ وہ حج سے واپس آجائے تو پھر میں اُسے تمہارے پاس لے آؤنگا۔ معرف قادسیہ میں آیا اور میثم کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ یہاں تک کہ میثم سفر سے واپس آگیا۔ اس کو لیکر عبیداللہ کے پاس آیا۔ اُس کو لوگوں نے کہہ رکھا تھا۔ کہ میثم حضرت علی علیہ السلام کے بہت قریب ترین اصحاب میں سے تھا۔ عبیداللہ نے کہا کہ یہ ایرانی آدمی کس طرح اُس

مقام پر پہنچ گیا۔ اُسے بتایا گیا۔ کہ عبادت اور تقویٰ کی وجہ سے اُس کو یہ مقام ملا کیونکہ عبادت و تقویٰ نے میثم کے بدن کے چمڑے کو اُس کی ہڈیوں سے چپکا دیا ہے۔ عبیداللہ نے میثم سے کہا کہ تمہارا پروردگار کہاں ہے فرمایا کہ ستمگاروں کی گھات میں ہے اور تو اُن میں سے ایک ہے۔ ابنِ زیاد غصے میں بھڑک اُٹھا۔ کہ تو میرے ساتھ گفتگو کرنے کی جرأت کرتا ہے۔ علیؑ سے بیزاری اختیار کر۔ کہا کہ اگر میں بیزاری نہ کروں تو تُو کیا کرے گا۔ کہا کہ تمہیں قتل کرا دونگا۔ فرمایا کہ میرے آقا حضرت علی علیہ السّلام نے مجھے خبر دی تھی۔ کہ تو مجھے قتل کرائے گا۔ اور عمرو بن حریث کے دروازے پر مجھے سولی دے گا۔ کہا میں تمہارے آقا علیؑ کی خبر کو جھوٹا جانتا ہوں۔ میثم نے فرمایا کہ میرے آقا نے حضرت پیغمبرؐ خدا سے اور انہوں نے جبرئیل سے اور جبرئیل نے خداوندِ جلیل سے یہ خبر لی۔ مگر کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی اس کے خلاف عمل کرے۔ عبیداللہ نے میثم کے لئے حکم دیا۔ کہ اس کو جیل لے جائیں۔ اس کو مختار ابن عبید ثقفی کے قریب پابہ زنجیر کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک دن عبیداللہ نے حکم دیا۔ کہ مختار کو لے آئیں۔ کہ اُس کو قتل کیا جائے۔ اُس اثنا میں یزید

کا حکم نامہ پہنچا کہ اُسے رہا کیا جائے لہٰذا مختار کو رہا کر دیا۔ اور حکم دیا کہ میثم کو لایا جائے۔ اُس کو عمرو بن حریث کے گھر کے آگے سولی پر لٹکا دیا گیا۔

مؤلف کہتا ہے۔ کہ اُس وقت سُولی آج کل کی طرح نہ تھی۔ کہ رسی گلے میں ڈال دی جاتی ہے جس سے آدمی جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔ بلکہ رسی سے مجرم کے بازو اور دیگر اعضا کو باندھ دیا جاتا تھا۔ اور اس کو سولی پر لٹکا دیا جاتا تھا۔ اور پھانسی پانے والا بھوک اور پیاس سے ہلاک ہو جاتا تھا۔ یہ سزا بہت سخت بلکہ سر کاٹنے سے زیادہ سخت ہوتی تھی۔ کیونکہ سر کاٹنے سے جلدی چھٹکارا ہو جاتا ہے۔ لیکن اُس وقت پھانسی پانے والے شخص کو کم از کم تین روز تک عذاب میں رکھا جاتا تھا۔ جب میثم کو سولی پہ لٹکایا گیا۔ تو اُس نے حضرت علی علیہ السّلام اور اہلبیتؑ پیغمبر کے فضائل شروع کر دیئے۔ اور معاویہ اور عبیداللہ پر لعنت شروع کر دی۔ جب یہ خبر عبیداللہ کو پہنچی تو اس نے کہا کہ جاؤ اور اس کے مُنہ میں لجام دے دو۔ تاکہ وہ بول نہ سکے۔ اُس کے مُنہ میں لجام دے دی۔ جس سے میثم میں کچھ کہنے کی طاقت باقی نہ رہی۔ اور یہ اسلام میں پہلی لجام تھی جو

کسی کے مُنہ میں چڑھائی گئی۔ وہ مظلوم اس طرح تین دن رات بھوکا
پیاسا سُولی پہ لٹکا رہا۔ ایک ملعون اس کے پاؤں کے نیچے آ کھڑا
ہوا اور کہا کہ اے میثم میں جانتا ہوں کہ تو اہلِ نماز و روزہ تھا۔
اور راتوں کو عبادت میں بسر کرتا تھا، لیکن میں اس بات کو
پسند کرتا ہوں کہ اپنا نیزا تیرے پیٹ میں اتار دوں۔ چنانچہ
نیزہ کو اس مظلوم کے پہلو میں مارا۔ اس سے خون اس کے
مُنہ اور ناک سے بہہ کر اُس کی ڈاڑھی پہ جاری ہو گیا۔ آخر
کار ذی الحجہ کی بائیس تاریخ کو حسین علیہ السلام کی آمد سے دس
دن پہلے اُس کی رُوح دار سے ریاض الجنت کی طرف سدھار
گئی۔ عبیداللہ نے اجازت نہ دی کہ کوئی اس کے بدن کو دفن
کرے۔ یہاں تک کھجوریں بیچنے والے سات آدمیوں نے کہا۔
کہ اس میں ہماری بے عزتی ہے۔ کہ ہمارے ہم پیشہ آدمی کا
بدن تختۂ دار پہ بغیر غسل و کفن کے رہے۔ انہوں نے رات
کے آخری حصہ میں جبکہ ہوا سرد تھی۔ سولی کی جگہ کے نزدیک
آگ روشن کی اور اُس پاسبان کو جس کی حراست میں سولی
تھی۔ اس کو آواز دی کہ وہ آگ کے سامنے بیٹھ کر خود کو گرم
کرے۔ جب کوئی آدمی آگ کی روشنی کے سامنے جائے۔ تو

تاریک جگہ کو وہ نہیں دیکھ سکتا۔ لہٰذا اُن کے دُوسرے آدمیوں نے میثم کی لاش کو چرایا۔ اور پانی کے نشیب میں گڑھا کھود کر میثم کے بدن کو وہاں دفن کر دیا۔ اور پانی اُس مقام پہ چھوڑ دیا۔ صبح پاسبانوں نے جتنی بھی چل پھر کر تلاش کی۔ مگر میثم کے بدن کی کوئی چیز اُن کے ہاتھ نہ لگ سکی۔ اور اب میثم کی قبر مسجد کوفہ کے نزدیک موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ مومنین کو اُن کی زیارت نصیب کرے۔

مالک ابنِ نویرہ کی داستان

جب ابوبکر نے خلافت کو غصب کیا۔ وہ اپنی خلافت کو نہ ماننے والوں کی سرکوبی کرتا تھا۔ مالک ابن نویرہ جو قبیلہ بنی تمیم کے بزرگوں میں سے تھا۔ اور حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے ایک دن اپنے اصحاب سے فرمایا۔ کہ تم میں سے جو چاہتا ہے کہ اہلِ بہشت کے کسی آدمی کو دیکھے تو وہ مالک ابن نویرہ کی طرف نظر کرے۔ ایک دن وہ مسجد نبی میں وارد ہوا اور ابوبکر کو ممبر پہ بیٹھے دیکھا۔ تو اس کے ساتھ اس بات

کا جھگڑا کیا۔ کہ اس ممبر پہ تیری جگہ نہیں ہے۔ اس کو اس کے اہل کے لئے چھوڑ دے۔ جب کسی نے اُس کی اس معاملہ میں تائید نہ کی۔ تو اُس کو مارا گیا اور مسجد سے باہر نکال دیا گیا۔ مالک اس خیال سے کہ شاید ابوبکر اُس کو ظلم میں مبتلا کر دے وُہ اُپنے قبیلہ کے ساتھ مدینہ سے باہر چلا گیا۔ اور مدینہ کے اطراف میں خیمے لگا کر قیام پذیر ہو گیا۔ اور اس طرح زندگی بسر کرنے لگا۔ ابوبکر نے عمر کو بلایا اور اُسے کہا کہ اگر ہم مالک ابن نویرہ کی سرکوبی نہ کریں۔ تو ہر شخص چاہے گا کہ وہ ہماری بیعت نہ کرے۔ اور مدینہ چھوڑ کر چلا جائے گا۔ اس کے نتیجہ میں اسلامی حکومت کا پایہ تخت خالی ہو جائے گا۔ اس لئے اس کی کسی بہانہ سے سرکوبی کی جائے۔ عمر نے کہا کہ زکوٰۃ کا موقع نزدیک ہے۔ ہم وصولی زکوٰۃ کے لئے اُس کے پاس اَپنے آدمی بھیجیں گے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا مطالبہ کریں گے۔ البتہ وہ اپنی زکوٰۃ ہمیں نہیں دے گا۔ تو ہم مدینہ میں یہ مشہور کر دیں گے۔ کہ مالک مُنکرِ زکوٰۃ ہو گیا ہے۔ اور اُس کا قتل واجب ہے۔ پھر ہم اس کو قتل کر دیں گے۔ تاکہ اس کا قتل دُوسروں کے لئے عبرت

بن جائے۔ ابوبکر عمر کی اس پیش بینی سے بہت خوش ہوا۔ اور زکواۃ کے موقعہ پر کسی کو بھیجکر مالک سے زکواۃ کا مطالبہ کیا۔ مالک بیچارہ اُن کی تدبیر سے بے خبر تھا۔ اس لیئے کہا کہ میں اپنی زکواۃ حضرت علی علیہ السلام کے بغیر کسی کو نہیں دوں گا۔ کیونکہ انہیں ہی میں خلیفہ اور جانشینِ رسُولؐ سمجھتا ہوں۔ اُن کا بھیجا ہوا آدمی واپس آیا۔ اور یہ تمام واقعہ ابوبکر کو کہہ سُنایا۔ اُس نے حکم دیا۔ کہ مدینہ میں منادی کردیں کہ مالک ابن نویرہ چونکہ زکواۃ کا مُنکر ہوگیا ہے۔ لہٰذا اُس کا قتل واجب ہے۔ اور خالد ابن ولید کو سو آدمیوں کے ساتھ اُس سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا۔ عصر کا وقت تھا کہ مالک نے دیکھا۔ کہ خالد بن ولید ایک سو آدمی کے ساتھ آرہا ہے۔ مالک اس طرف متوجہ ہوا۔ کہ وہ ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے آرہے ہیں۔ مالک اپنے ساتھیوں کے ساتھ اُن کے سامنے آیا۔ اور اس طرح عذر خواہی کی۔ کہ ہم سب مُسلمان ہیں۔ اور زکواۃ دینے کے قائل ہیں۔ اگر اس صورت میں حکم ہوا ہے تو ہم ابوبکر کو بھی زکواۃ دینے کے لئے تیار ہیں۔ خالد نے کہا۔ اگر اس طرح ہے۔ تو تمہاری

تمہارے ساتھ کوئی جنگ نہیں ہے۔ اگر تم اجازت دو۔ تو آج رات ہم تمہارے مہمان ہو جائیں۔ اور صبح واپس چلے جائیں گے۔ مالک نے فرمایا ہم حاضر ہیں۔ اور حکم دیا کہ اُن کے ہر دو آدمی مالک کے ساتھیوں میں سے ایک ایک آدمی کے ہاں مہمان ہوں۔ تاکہ مہمانوں کی اچھی طرح تواضع کی جا سکے۔ اور خالد کو اپنے پاس مہمان رکھا۔ لیکن خالد نے اپنے ساتھیوں کو خفیہ حکم دے دیا تھا۔ کہ ہمارے جو بھی آدمی جہاں مہمان ہوں رات کے آخری حصے میں اُس گھر کے میزبان کا سر بدن سے جُدا کر دیں۔ اور صبح وہ سر میرے پاس لے آئیں۔ اور خالد اپنے چند غلاموں کے ساتھ مالک کے ہاں مہمان ہوا۔ مالک کافی رات گئے تک اُن کی تواضع میں مصروف رہا۔ رات کے آخری حصے میں خالد نے حکم دیا۔ کہ اس کے غلام مالک کے ہاتھ اس کی پیٹھ کے پیچھے باندھ دیں مالک نے بے حد التجا کی کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا قتل جائز نہیں۔ خالد نے کہا کہ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ تم مسلمان ہو۔ چونکہ تمہارے قتل کرنے سے مسلمانوں کے خلیفے ابوبکر کی خلافت کو تقویت حاصل ہو گی۔ لہٰذا تمہارا قتل واجب ہے کیونکہ تمہارا قتل ہو جانا تمہیں اہلِ بہشت

میں سے بنا دے گا۔ اور مسلمانوں کے خلیفہ کو بھی تمہارے قتل سے تقویت حاصل ہو گی۔ لہٰذا مالک کا سر اس کی بیوی اور بچوں کے سامنے بدن سے جُدا کر دیا۔ خالد نے اُسی رات مالک کی اہلیہ کے ساتھ جو اپنے شوہر کی موت کے داغ سے بے حال ہو رہی تھی۔ اُس سے جبراً ہمبستری کی۔ اور صبح جب معلوم ہُوا کہ مالک کے قبیلہ کے سب لوگ قتل کئے جا چکے ہیں۔ تو خالد نے حکم دیا کہ ان کی عورتوں اور بچّوں کو مدینہ میں لے چلیں۔ جب وہ تمام مسجدِ نبی میں وارد ہُوئے اور اُن کی نظریں پیغمبرِ خدا کی قبر مبارک پہ پڑیں۔ تو اُن کے رونے کی آواز بلند ہُوئی۔ اور عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ ہمارا کیا گناہ تھا۔ کہ ہمارے مردوں کے سر ہماری آنکھوں کے سامنے جدا کر دیئے گئے۔ اور ہم کو قید کر کے مدینہ میں لایا گیا۔ ابوبکر نے ممبر پہ بیٹھے ہُوئے یہ آواز دی۔ کہ اِن عورتوں کے اخراجات، جن کے شوہر قتل کیئے گئے ہیں تا مدّت عِدّہ بیت المال سے ادا کیئے جائیں۔ اس کے بعد وہ اپنے شوہر کر لیں۔ اور ان کی لڑکیوں کو جو بھی چاہے۔ اپنی زینت بنا لے۔ اُن لڑکیوں میں جو قید ہو کر آئیں۔ خولہ جو بعد میں جناب محمد حنیفہ کی ماں ہوئیں۔ طلحہ نے

بغرض خواستگاری اپنی عبا اُن کے سر پر ڈالی اور کہا کہ یہ لڑکی میرا مال ہے اس کو میں لیتا ہوں ۔ خولہ نے فرمایا۔ میں ہرگز کسی کو اپنا شوہر قبول نہیں کروں گی۔ مگر سوائے اُس کے جو اس بات کی خبر دے۔ کہ جس وقت میں پیدا ہوئی۔ میں نے پیدا ہوتے ہی اپنی ماں سے کیا بات کی۔ کوئی بھی ایسا آدمی سامنے نہ آیا۔ جو اُس بات کی خبر دیتا۔ کہ اُس نے پیدا ہوتے وقت کیا کہا تھا۔ یہاں تک کہ ظہر کے وقت حضرت امیرالمومنین علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے۔ جب انہیں اس معاملہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے خولہ سے فرمایا۔ جب تیری ماں نے چاہا کہ تجھے جَنے۔ وضع حمل کے خوف سے اللہ تعالےٰ سے عرض کیا۔ کہ میری حفاظت فرما۔ کہ کوئی خطرہ مجھے لاحق نہ ہو۔ ورنہ میرے بچہ کو مجھ سے لیلے۔ میں راضی ہوں گی۔ جب تو اپنی ماں کو پیدا ہوئی۔ اللہ کی قدرت سے تو گویا ہوئی۔ کہ تو میری موت کیوں اللہ سے طلب کرتی ہے۔ کیونکہ مجھ سے ایک ایسا بیٹا دنیا میں آئے گا۔ وہ اس قدر رشید ہوگا۔ کہ میدانِ جنگ میں کافروں کے بدنوں کو زمین پر گرائیگا۔ اور اسلام کی مدد کرے گا۔ تمہاری ماں کے حکم سے یہ الفاظ ایک تانبے کی تختی پر نقش

کیئے گئے۔ اور وہ تختی تیرے بازو میں باندھ دی گئی۔ اور اب بھی تیرے بازو میں بندھی ہوئی ہے۔ خولہ نے اُس کو اپنے بازو سے کھولا۔ اور حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ میں دیدی۔ جب تختی کو دیکھا گیا۔ تو اُس میں بعینہٖ وہ کچھ تحریر تھا جو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ پس حضرت علی علیہ السلام نے حکم دیا۔ کہ اسکو اُن کے گھر پہنچایا جائے۔ یہاں تک کہ خولہ کا بھائی سفر سے واپس آگیا۔ اُس کے بھائی کی اجازت سے حضرت علی علیہ السلام نے اُن سے عقد کرلیا۔ اور اُن کے بطنِ مبارک سے محمد حنیفہ پیدا ہُوئے۔ وہ بہت سی جنگوں خصوصاً جنگِ صفین میں اپنے بزرگوار باپ کے حکم سے معاویہ کی فوج کے میمنہ۔ میسرہ اور قلب لشکر پر حملہ کرتے تھے۔ ہر حملہ کے بعد حضرت علی علیہ السلام کے خیمہ کے دروازے پہ آتے اور آپ ماشکیوں کو حکم دیتے کہ پانی اُس کی زرہ پہ چھڑکیں جو گرم ہوجاتی تھی۔ اور اس کو پانی پلاکر فرماتے۔ اے میرے آنکھوں کا نُور معاویہ کے لشکر پہ حملہ کرو یہاں تک محمد حنیفہ نے عرض کیا۔ کہ اَبّا حضور آپ میرے بھائیوں حسن اور حسین علیہم السلام کو حکم کیوں نہیں دیتے

کہ وہ میدانِ جنگ میں جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے محمدؐ! حسنؑ اور حسینؑ میری آنکھوں کی مانند ہیں اور تم بمنزلہ میرے ہاتھ کے ہو۔ اور ہاتھ کا کام ہے کہ آنکھوں کی حفاظت کرے۔ تو میرا بیٹا ہے اور حسنؑ اور حسینؑ حضرت پیغمبرِ خدا کے بیٹے ہیں۔ پس یہ تیرے ذمّہ میں ہے۔ کہ تو اُن کی حفاظت کرے۔ اس بات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت حسین علیہ السلام صفین کی جنگ میں موجود تھے۔ اور یہ دیکھ رہے تھے۔ کہ اُن کے والد بزرگوار حضرت علی علیہ السلام بہشتیوں کو حکم دیتے تھے۔ کہ وہ خیمہ کے دروازہ پر موجود رہیں۔ جس وقت اُن کا بیٹا میدان سے آتا تھا۔ پانی اس کی زرہ پر چھڑکا جاتا تھا۔ اور اُس کو پانی بھی پلایا جاتا تھا۔ پھر آنجناب کو وہ وقت کس قدر سخت معلوم ہوتا تھا۔ جب اُن کا جوان بیٹا علی اکبر میدان سے آتا تھا اور اُن سے پانی مانگتا تھا۔ اور اُن کے پاس پانی نہ ہوتا تھا۔ کہ اپنے جوان بیٹے کو دے لہٰذا حسین علیہ السلام رونا شروع کر دیتے۔

حالات محمد ابن ابی بکر رض

ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے محمد بن ابی بکر کا ذکر کیا اور اس کے حق میں اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب فرمائی اور اس کے بعد فرمایا۔ محمد ابن ابی بکر کی خصلت اس کی ماں اسما بنت عمیس رحمت اللہ علیہا کی نسبت سے تھی نا کہ اپنے باپ ابوبکر کی طرف سے۔ نیز حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ خانوادہ بد سے نجیب ترین اولاد محمد بن ابی بکر تھے۔ مولف کہتا ہے کہ پہلی حدیث سے استفادہ ہوتا ہے۔ کہ محمد ابن ابی بکر کو سعادت اپنی ماں کی طرف سے پہنچی۔ کیونکہ ماں کی سعادت اولاد پہ اثر انداز ہوتی ہے۔ اس لئے حضرت پیغمبر خدا سے روایت ہے۔ کہ اے لوگو روڑی سے سبزی چننے سے پرہیز کرو۔ عرض کیا گیا۔ کہ آپ کی اس بات سے کیا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ زوجہ خوبصورت پست خاندان سے لو۔ جناب اسما بنت عمیس کی قدر افزائی کے لئے اس قدر کافی ہے۔ کہ جناب زہرا کی شب عروسی ہو آپ نے بمنزلہ جناب خدیجہ خدمت سرانجام

دی۔ اور جناب زہراؑ کے حجرہ سے دور نہ ہوئی۔ حضرت پیغمبرؐ خدا نے اُس سے اِس خدمت کے متعلق دریافت فرمایا۔ تو عرض کیا کہ جناب خدیجہ کی وفات کے قربت میں اُس مخدرہ کے سرہانے گئی تو میں نے اُن کو روتے دیکھا۔ اس کی وجہ میں نے اُن سے پوچھی۔ تو فرمایا۔ کہ میں اپنی بیٹی کے لئے رو رہی ہوں۔ کہ بیاہ کی رات اس کی ماں نہ ہوگی۔ کہ اُس کی خدمت کرسکے۔ میں نے عرض کیا تھا۔ اگر مجھے خدا نے اُس وقت تک زندہ رکھا۔ تو آپ کی بجائے اُس رات اُن کی خدمت کروں گی۔ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ نے اُس سے فرمایا۔ کہ اللہ تیری دین و دُنیا کی تمام حاجتیں پوری فرمائے۔ جناب زہراؑ کی بیماری میں اسما اُن کی تیمارداری کرتی رہی۔ یہاں تک کہ ایک دن جناب زہراؑ نے اُس سے فرمایا۔ کہ میں اہلِ مدینہ کے جنازہ اٹھانے کی اس کیفیت کو کہ میت کو تختہ پر لٹاتے ہیں اور کوئی چیز اُس پر بچھاتے ہیں۔ اور اس کو قبرستان کی طرف لے جاتے ہیں۔ مجھے یہ طریقہ اچھا نہیں لگتا۔ کیونکہ کپڑے کے نیچے سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ میت بلند قامت ہے۔ یا چھوٹے قد کی لاغر ہے۔ یا طاقتور

باپ کی موت کی مصیبت سے میرا بدن تحلیل ہو چکا ہے۔ اور وہ مٹھی بھر ہڈیوں سے زیادہ نہیں رہا مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میرے بدن کا حجم کپڑے کے نیچے سے کوئی دیکھے اسمانے عرض کیا۔ کہ میں نے حبشہ میں دیکھا۔ کہ میت کے لئے وہ خود ایسا جنازہ درست کرتے ہیں۔ کہ میت کا بدن دیکھا نہیں جا سکتا۔ اور حضرت زہراؑ کو تابوت کا نقشہ اُس نے کھینچکر دکھایا حضرت زہراؑ اُسے دیکھ کر قدرے خوش ہوئیں۔ اور انہوں نے ہنسنا شروع کیا۔ کیونکہ حضرت پیغمبرؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی وفات کے بعد کسی نے اُس مخدرہ کو ہنستے ہوئے نہ دیکھا تھا۔ حضرت زہراؑ نے کہا کہ تو نے غم کو میرے دل سے دُور کر دیا۔ جلدی ترکھان سے کہیں کہ وہ میرے لئے اسی قسم کا تابوت جلدی تیار کرے۔ اسمانے جناب زہراؑ کے غسل میں حضرت علی علیہ السلام کی مدد کی۔ اور وہ پانی اُن کے ہاتھوں پر ڈالتی تھی۔

اسما ابتدا میں جعفر ابن ابی طالب کی زوجہ تھی۔ جناب جعفر کی شہادت کے بعد ابو بکر کے نکاح میں آئی۔ اور ابو بکر کے مرنے کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے اُس سے نکاح کیا۔

جب یہ حضرت علیؑ کے گھر میں آئی تو محمد بن ابی بکر جو ایک بہت چھوٹا سا بچہ تھا ساتھ لائی ۔ محمد کی حضرت علیؑ کے گھر میں پرورش ہوئی ۔ یہاں تک کہ وہ جوان ہوا ۔ ایک دن اُس نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ اپنا ہاتھ میری طرف کریں ۔ تاکہ میں اُس پہ آپکی بیعت کروں حضرتؑ نے اپنا ہاتھ اُس کو دیا ۔ تو اُس نے کہا ۔ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ حجتِ خدا ہیں ۔ اور آپ کی اطاعت مجھ پر واجب ہے ۔ اور میرا باپ آگ میں ہوگا ۔ اُس وقت جب اسما ابوبکر کی بیوی تھی ۔ ابوبکر مسافری پر گیا ۔ اور اُس کا سفر طولانی ہوگیا ۔ ایک رات اسمانے خواب میں دیکھا ۔ کہ ابوبکر بقدِ راست مثلِ سرو کھڑا ہے اور خضاب لگائے ہوئے سفید لباس میں ملبوس ہے اسما حضرت رسولِ خدا کے گھر آئی ۔ اور اپنا خواب عائشہ کے سامنے بیان کیا ۔ عائشہ نے رونا شروع کردیا ۔ اور کہا ۔ کہ یہ خواب جو تو نے بیان کیا کہ میرے باپ کا مسافری میں سر بدن سے جُدا کردیا گیا ہے ۔ اور وہ اپنے خون سے رنگین ہو چکا ہے ۔ اور اُس کو کفن میں لپیٹ دیا گیا ہے ۔ اسی اثنا میں پیغمبرِ خدا گھر میں

داخل ہوئے جب عائشہ کو روتے دیکھا۔ تو اُس سے رونے کا سبب پوچھا اُس نے وہ خواب آنحضرتؐ کو سُنایا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ اس طرح نہیں ہے۔ کہ جس طرح تو نے خواب کی تعبیر کی۔ بلکہ وہ سفر سے صحیح وسالم واپس آئیگا۔ اسما اُس سے حاملہ ہوگی۔ اور اُس کے ہاں بیٹا ہوگا۔ جس کا نام محمد ہوگا۔ اور خداوند محمد کو منافقین اور کفار سے انتقام لینے کا وسیلہ بنائے گا۔

محمد ابن ابی بکر کی شہادت کا حال

جب معاویہ جنگِ صفین سے واپس آیا۔ تو اس بات کے درپے ہوا کہ محمد ابن ابی بکر سے مصر کی حکومت جو حضرت علیؑ نے اُس کو دی تھی واپس لے۔ اور عمر بن عاص کو دیدے۔ چنانچہ عمرو عاص کو چھ ہزار آدمی دیکر محمد ابن ابی بکر سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا تاکہ مصر اُس سے حاصل کرے۔ جب عمرو عاص مصر کے نزدیک پہنچا۔ تو محمد کو خط لکھا۔ کہ میں مصر تمہاری حکومت میں چھوڑنا نہیں چاہتا۔

حضرت علیؑ جو مظلوم عثمان کا قاتل ہے باقی رہے۔ محمد ابن ابی بکر نے
اس سے پہلے کہ عمرو عاص مصر لینے کے لئے کوچ کرے۔ اس کی
اطلاع حضرت علیؑ کو کردی تھی۔ حضرت نے اس کو جہاد کا
حکم دیا۔ اور اس کے ساتھ وعدہ کیا۔ کہ لشکر تمہاری مدد کے
لئے بھیجوں گا۔ لہٰذا محمد بن ابی بکر دو ہزار آدمیوں کے ساتھ
عمرو عاص کے مقابل آیا۔ جب دونوں لشکر ایک دُوسرے
کے سامنے ہُوئے۔ اور جنگ کرنے لگے۔ لیکن آخر میں محمد ابن
ابی بکر کی فوج میں غالب اکثریت منافقوں کی تھی۔ وہ اس کو
تنہا چھوڑ کر عمرو عاص کے ساتھ آکر مل گئے۔ اور محمد نے جنگ
سے فرار کیا۔ اور کسی طرح خود کو دیہات میں پہنچایا۔ اور اپنا
لباس تبدیل کرکے دشمنوں کے خطرہ سے خود کو بچا رہا تھا۔
یہاں تک کہ عمرو عاص نے معاویہ بن خدیج کو اس بات پر مامور
کیا۔ کہ کسی نہ کسی طرح محمد کو اپنے قبضہ میں لے۔ کیونکہ معاویہ
نے اس کی گرفتاری کے لئے مدت مقرر کردی تھی۔ یہاں
تک کہ اُس کو ایک ویران مکان سے پکڑ لیا۔ اور عمرو عاص کے
پاس اُس کو اس صورت میں لائے۔ کہ اُس کے ہاتھ گردن کے
پیچھے بندھے ہوئے تھے۔ اور وہ پیاس کی شدت سے فریاد کر رہا

تھا۔ آخرکار اُس کو مُردہ گدھے کے جسم کو چیر کر اُس میں بند کیا گیا اور گدھے کو آگ لگادی۔ اور اُس کی راکھ کو ہوا میں اُڑا دیا۔ محمد ابن ابی بکر کی عمر شہادت کے وقت اٹھائیس برس کی تھی۔ جب اس کی شہادت کی خبر معاویہ کو دی گئی تو وہ اس قدر خوش ہُوا کہ اتنا خوش اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ لیکن اس کی شہادت کی خبر جب اُس کی ماں کو دی گئی تو وہ اس قدر غضبناک ہُوئی۔ کہ اس کے پستانوں سے خون ٹپکنا شروع ہوگیا۔ اور جب حضرت علی علیہ السّلام کو اس کی شہادت کی خبر پہنچی تو وہ بے حد مغموم ہُوئے اور فرمایا کہ ہمارا غم اہل شام کی خوشی کے برابر ہی نہیں۔ بلکہ اُس سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ میں خدا کے سامنے محمد ابن ابی بکر کا حساب اپنی بیٹوں کی طرح طلب کرونگا۔ کیونکہ وہ فرزند عالم اور میرا خیر خواہ تھا۔ خداوند اُس پر رحمت نازل فرمائے۔ محمد میری بیوی کا اگلے گھر سے بیٹا تھا۔ لیکن میں اُسے اپنے بیٹے کی طرح سمجھتا ہوں۔ ہر آدمی کو چاہیئے کہ محمد کے لئے غمگین ہو۔ اُس کو قتل کیا گیا۔ اُس کے بدن کو جلایا گیا اور اُس کی راکھ کو ہوا میں

اُڑا دیا گیا۔

جناب محمد ابن ابی بکر کا ایک بیٹا ہوا۔ جس کا نام قاسم تھا۔ اور وہ حضرت سیّد الساجدین علیہ السلام کے معتمد اصحاب میں سے تھا۔ اور وہ حضرت زین العابدینؑ کی خالہ کا لڑکا تھا کیونکہ قاسم کی والدہ حضرت زین العابدینؑ کی طرح یزدجرد کی بیٹی اور جناب شہر بانو کی ہمشیرہ تھی۔ جناب قاسم نے علم و فقہ میں قدم کافی بڑھا لیا تھا۔ کیونکہ ابنِ خلکان اُس کو اپنے زمانے کا افضل ترین عالم مانتا تھا۔ وہ علم و فضل کے زیور سے اس حد تک آراستہ تھا۔ کہ شہید ثانی (رہ) اپنی کتاب منیۃ المرید میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک دن کوئی شخص جناب قاسم کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور اُس بزرگوار سے ایک مسئلہ کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا کہ اس مسئلہ سے واقف نہیں ہوں اُس شخص نے عرض کیا کہ میں آپ کے بغیر کسی کو زیادہ عالم نہیں سمجھتا ہوں۔ آپ میرے مسئلہ کا جواب دیں۔ جناب قاسم نے فرمایا کہ اس مسئلہ کا جواب میں اچھی طرح نہیں جانتا۔ اُس شخص نے عرض کیا۔ جو کوئی کسی چیز کے متعلق آپ سے سوال کرے۔ آپ جواب دے کر اُس کو خاموش کرا دیں۔ مگر جب آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال

کیا جائے۔ تو آپ کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا۔ جناب قاسم نے فرمایا۔ کہ میں اس چیز کو زیادہ دوست سمجھتا ہوں۔ کہ میری زبان کاٹ دی جائے۔ بجائے اس کے میں وہ بات کہوں جس کو میں نہیں جانتا ہوں۔ جناب قاسم کی بیٹی فاطمہ جو اُمِّ فروہ کے نام سے مشہور تھیں۔ وہُ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی والدہ ماجدہ تھیں اور وہُ دین اور تقویٰ کے زیور سے آراستہ تھیں۔

حالاتِ کمیل ابن زیاد (رض)

کمیل ابن زیاد نخعی حضرت علی علیہ السّلام کے خاص اصحاب میں سے تھا اور اُس کو علی علیہ السّلام کا رازداں سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا جو کچھ نصیحتیں اور دُعائیں آنحضرت نے کمیل کو بیان فرمائیں۔ اپنے اصحاب میں سے کم لوگوں کو وہ بتائی ہوں گی۔ اسی وجہ سے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ اُن میں بعض نصائح عظیم جو حضرت کمیل کو بیان فرما دیں اُن کا ذکر بطور تبرک یہاں کر دوں۔ کمیل ابن زیاد نے فرمایا۔ کہ حضرت علیؑ علیہ السّلام نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور صحرا کی طرف چل پڑے جب صحرا میں کسی کو نہ دیکھا تو ایک آہ سرد بھری۔ اس آہ جانسوز کے بعد جو

کلام آپ نے کمیل سے فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر ظلم آپ کے وجود مبارک پر وارد ہوئے۔ کہ اُن کے حق کو غصب کیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں لوگ اُن کے علم و دانش سے محروم ہو گئے۔ اور وہ کس قدر اس سے متاثر ہوئے۔ چنانچہ ایک دن ایک عرب انصاف کے لئے فریاد کر رہا تھا۔ حضرت نے فرمایا مجھ پر کس قدر پتھر اور روڑے برسائے گئے۔ یعنی ستم کئے گئے۔ چنانچہ خطبہ شقشقیہ میں آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے اس طرح صبر کیا۔ کہ جس طرح کسی کی آنکھ میں کانٹا چبھے اور ہڈی حلق میں پھنس جائے۔ اس طرح مجھے بے آرام کیا گیا۔ پھر فرمایا۔ کہ کمیل لوگ تین طبقوں میں منقسم ہیں۔ پہلے وہ جو دین میں دانشمند ہیں۔ دُوسرے وہ جو علم و دانش کے حاصل کرنے کے در پے ہیں۔ اور تیسرے وہ ہیں جو مکھیوں اور مچھروں کی مانند رہتے ہیں۔ جب ہوا چلتی ہے۔ تو اُن کو اِس طرف سے اُس طرف دھکیل لے جاتی ہے۔ اور جہاں سے وہ آواز سن پاتے ہیں۔ تو اُس آواز کی طرف چل پڑتے ہیں کیونکہ وہ علم کے محکم رکن پر اعتماد نہیں رکھتے۔ اور علم کا حاصل کرنا لوگوں پر بہت واجب ہے۔ بہ نسبت مال کے۔ کیونکہ مال لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اور خدائے عادل نے اس کو اپنے بندوں میں

اپنی مصلحت کے مطابق بقدار مناسب عطا کر دیا ہے۔ مگر علم اس کے اہل لوگوں کے پاس چھوڑا گیا ہے۔ اور لوگ اس بات پہ مامور ہیں کہ اس کو حاصل کریں۔ علم مال پہ سات درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ پہلے یہ کہ علم انبیا کی میراث ہے۔ اور مال فرعونوں کی میراث ہے دوسرے علم خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا۔ تیسرے علم اپنے صاحب کی حفاظت کرتا ہے۔ چوتھے۔ علم کفن میں داخل ہو کر ساتھ جاتا ہے۔ اور مال اُس کے مالک کو تنہا چھوڑ دیتا ہے۔ اور اُس سے جُدا ہو جاتا ہے۔ پانچویں۔ مال مومن اور کافر دونوں کو حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن علم حاصل نہیں ہوتا مگر مومن کو۔ چھٹے لوگ دین کے معاملہ میں عالم کے محتاج ہوتے ہیں لیکن تمام آدمی صاحبِ مال سے احتیاج نہیں رکھتے۔ ساتویں۔ علم آدمی کو صراط سے گذرنے کی امداد کرتا ہے۔ اور مال اُسکے مالک کو صرف دیکھتا رہتا ہے اس کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کہ مال کے مالک جب مرجاتے ہیں تو لوگوں کے درمیان سے اُن کا نام پورے طور پہ چلا جاتا ہے۔ لیکن دانشمند اور علماء جب تک دنیا قائم ہے باقی رہتے ہیں۔ وہ خود لوگوں کی نظروں سے دور ہو جاتے ہیں۔ مگر اُن کے آثار لوگوں کے دلوں میں موجود

رہتے ہیں اس کے بعد حضرت نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے دو مرتبہ آہ سرد بھری اور فرمایا کہ میرے سینہ میں علوم کا ایک ہجوم ہے۔ لیکن کوئی ایسا نہیں ہے جو ان علوم سے اُن کو مستفیض کروں۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ نے ابو ذر غفاری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا۔ کہ جلدی دوڑو اور خود کو بہشت کے باغ تک پہنچاؤ۔ ابو ذر نے عرض کی کہ باغ بہشت کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ مجلس علم و دانش ہے۔ اے ابا ذر مجلس علم میں ایک گھنٹہ کے لئے بیٹھنا۔ خدا کے نزدیک بارہ ہزار مرتبہ قرآن پڑھنے سے بہتر ہے۔ کیونکہ علم سے حلال اور حرام کی پہچان ہوتی ہے۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ اے ابا ذر مجلس علم میں ایک گھنٹہ کے لئے بیٹھنا بہتر ہے اس سے ایک سال کے روزے رکھے اور راتیں عبادت میں بسر کرے۔ اور حضرت موسیٰؑ ابن جعفر نے فرمایا۔ روڑی پہ عالم کے پہلو میں بیٹھنا جاہل کے ساتھ زربفت کے فرش پہ بیٹھنے سے بہتر ہے۔

اور نیز حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام نے ہشام بن حکم

سے فرمایا۔ کہ زندگی میں کوئی خوبی نہیں ہے سوائے دو آدمیوں
کے یعنی عالم کہنے والے کے اور دوسرا سننے والے کے جو
اپنے دل کو مطالب کا ظرف بنائے یعنی انہیں یاد رکھے
اور بھلائے نہیں۔
کتب اخبار میں منقول ہے۔ کہ ایک شخص نے دوسرے
آدمی کا گریبان پکڑ رکھا تھا اور اس کو حضرت سجاد علیہ السلام
کے پاس لایا اور عرض کیا۔ کہ اس نے میرے باپ کو قتل کیا
ہے اور میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ اس کو اپنے
باپ کے عوض قتل کروں۔ حضرت نے تین مرتبہ قاتل سے
سوال کیا۔ کہ کیا تو نے اس کے باپ کو قتل کیا ہے۔ عرض
کیا کہ ہاں۔ اور پھر اعتراف کے بعد حضرت نے اس شخص
سے فرمایا۔ کیا یہ آدمی تم پہ کوئی حق نہیں رکھتا کہ جس کے
واسطے تو اس سے درگذر کرے۔ اور اس کو معاف
کرے۔ کہا کہ وہ کسی قسم کا حق مجھ پہ نہیں رکھتا۔ سوائے
اس کے کہ اس نے مجھے دیانت اسلام کی دعوت دی
اور اسلامی وظائف میں سے بعض مجھے یاد کرائے۔ پھر
آپ نے فرمایا۔ کہ اس سے زیادہ اور حق کیا ہوگا۔ جو تو کہتا

ہے کہ یہ مجھ پر کوئی حق نہیں رکھتا۔ اس حق کے عوض تو اُس کو چھوڑ دے۔ پھر قاتل سے کہا کہ تو اس کی دیت دیدے۔ اور اپنی جان کو محفوظ کر لے۔ اُس نے عرض کیا کہ میں فقیر آدمی ہوں اور دیت کے دینے کی طاقت نہیں رکھتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا۔ اس شخص کی ہدایت کا ثواب مجھے دیدے تاکہ میں اس قتل کی دیت تم کو ادا کر دوں۔ اُس نے عرض کیا کہ میں آخرت کے لئے کیا بچاؤں۔ آخر حضرت نے اُس خون کے وارث کو راضی کیا اور وہ اس طرح قاتل سے درگذرا۔

شہادت کمیل ابن زیاد (رہ)

چونکہ جناب کمیل رحمتہ اللہ علیہ حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے بیت المال کے پیش کار تھے۔ جب حجاج ابن یوسف نے حکم دیا۔ کہ کمیل کو پکڑ لائیں اور ان کو شہید کر دیں۔ نیز حکم دیا کہ جو وظائف کمیل اور اس کے منسوبین کے بیت المال سے مقرر تھے۔ ختم کر دئے جائیں۔ جب یہ خبر جناب کمیل کو پہنچی کہ حجاج نے تمام منسوبین کے وظائف بیت المال کے منسوخ کر دئے ہیں۔ فرمایا۔

کہ میری عمر میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ کیونکہ میں نوے سال
کی عمر کو پہنچ چکا ہوں اس لئے میرے واسطے یہ جائز نہیں کہ میری
وجہ سے ایک جماعت بھوکی اور بے چارہ ہو جائے۔ لہٰذا وہ خود
حجاج کے سامنے کوفے میں پیش ہو گیا۔ حجاج نے اُن سے کہا۔
کہ تو اپنے پاؤں سے چل کر قتل ہونے کے لئے آ گیا ہے۔ فرمایا۔
کہ ہاں۔ میں نے نہ چاہا بندگان خدا کی ایک جماعت میری
وجہ سے تیرے ظلم کا شکار بنے۔ اور بیت المال کے وظائف
سے خود کو محروم کرے۔ حجاج نے کہا کہ اے کمیل تو عثمان
کے قتل میں شریک تھا۔ اس لئے تیرا خون گرانا میرے لئے
جائز بلکہ واجب ہے۔ اُس کے حکم سے جناب کمیل کا سر اُن کے
بدن سے جُدا کر دیا گیا۔ اور اُس کا بدن وادی السلام قبرستان
کے ایک گڑھے میں دفن کر دیا گیا۔ اُس بزرگوار کی قبر آج
بھی موجود ہے۔ جس پہ بلند قبہ بنا ہُوا ہے۔ اللہ ہم کو
اس کی زیارت نصیب کرے۔

حالات مالک ابن الحارث الاشتر النخعی

جناب مالک اشتر مقام و شرافت کے لحاظ اس حد تک پہنچا ہُوا تھا۔ کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ مالک میرے لئے ایسا تھا جیسا کہ میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے لیئے تھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کہ کاش مالک جیسے دو آدمی بلکہ ایک آدمی میرے اصحاب میں سے ہوتے۔ حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشتر نخعی سے فرمایا۔ تو میرے نزدیک امین ترین آدمی ہے۔ اور میرے لئے بے حد خیر خواہ اور مضبوط ترین رفیق ہے۔ ایک دن حضرت علی علیہ السلام جنگِ صفین کے لیئے تشریف لے جا رہے تھے تو ایک بستی کے قریب پہنچے جس کا نام "رقہ" تھا۔ اگر اُس جگہ دریائے فرات پر پُل باندھا جاتا اور اس طرح وہاں سے عبور کیا جاتا۔ تو قریب ترین راستہ تھا۔ حضرت علی علیہ السلام نے رقہ کے لوگوں کو بلایا اور اُن سے فرمایا۔ کہ وہ کشتیاں فراہم کر کے اُن کو باہم باندھ کر میرے لیئے فرات سے گذرنے کا راستہ بنائیں۔ تاکہ میرے لشکر کی راہ شام سے نزدیک ہو جائے رقہ کے لوگوں نے حضرت کے فرمان کو اُن سُنا کر کے ٹال دیا۔ جب

آپ اُن سے مایوس ہو گئے۔ تو حکم دیا۔ کہ لشکر حرکت کرے۔ اور سابقہ راہ پر روانہ ہو۔ اُس وقت مالک اشتر بستی میں آئے۔ آواز بلند سے لوگوں کو بلایا۔ تو وہ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ انہوں فرمایا۔ کہ خدا کی قسم اگر تم نے حضرت علیؑ کے لشکر کے لئے پُل نہ بنایا۔ تو میں تلوار کھینچ کر سب کو تہ تیغ کر دوں گا۔ اور تمہارے گھروں کو اُجاڑ دوں گا۔ یہ سُن کر بستی والے ڈر گئے۔ اور آپس میں کہا کہ مالک اپنی قسم کی مخالفت نہیں کریں گے۔ لہٰذا انہوں نے فوراً پل باندھ دیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے حکم دیا۔ اور مالک پُل کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اور تین تین کی تعداد میں لشکر کے آدمی پُل سے عبور کرنے لگے۔ تاکہ اس طرح کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکے۔ ابن ابی الحدید اُشتر نخعی کے بارہ میں کہا۔ کہ اگر کوئی قسم کھائے کہ عرب و عجم میں مالک اُشتر سے بڑھ کر کوئی شجاع نہیں ہے بسوائے حضرت علی علیہ السلام کے جو اُس کے اُستاد ہیں۔ تو خداوند اُس کی قسم کا کوئی گناہ اُس کے نامۂ اعمال میں تحریر نہیں فرمائے گا۔ جنگِ صفین کی لیلۃ الہریر میں حضرت علی السلام اور مالک اُشتر کے ہاتھوں قتل ہو جانے والوں

کی تعداد تقریباً برابر تھی۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اے مالک دل میں یہ خیال نہ لانا۔ کہ شجاعت میں تو میرے برابر ہے۔ کیونکہ اس رات جو بھی آدمی تیری تلوار کے آگے آیا تو نے اُسے کاٹ کر رکھ دیا۔ لیکن میرے سامنے جو آدمی آیا۔ میں نے اُس کے صُلب میں نور ولدیت پر نگاہ رکھی۔ اگر اُس کی صُلب میں کسی مومن کے پیدا ہونے کے پیدا ہونے کے آثار دیکھے تو میں نے اُس کو قتل نہ کیا۔ اور اُس کو چھوڑ دیا۔ اگر عمرِ وعاص قرآنوں کو نیزوں کی نوکوں پر نہ چڑھاتا۔ کہ لوگ علیؑ سے پھر جائیں۔ تو نزدیک تھا کہ مالک جنگ کا خاتمہ کر دیتا۔ مولف کہتا ہے کہ میں نے مناسب سمجھا کہ اُن خطوط میں سے بعض کا اختصار کے ساتھ یہاں ذکر کروں۔ جو حضرت علی علیہ السلام نے اُس کو اُس وقت لکھے۔ جبکہ اُس کو مصر پر حکومت کرنے کے لئے بھیجا۔

اوّل وہ احکام جو آپ نے صادر فرما رکھے تھے۔ مالک کو تحریر فرمائے اور اُس کو حکم دیا۔ کہ تقویٰ کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ اور اُن اوامر حق۔ جو قرآن میں واجب اور مستحب ذکر ہوئے ہیں کی متابعت کر۔ اور اپنی خواہشوں کا خود مالک نہ بن

تاکہ وہ تمہیں ہلاکت میں نہ ڈال دیں۔ اپنی عمر پہ بخیل رہو تاکہ اُس کو گناہ میں صرف نہ کرے۔ اور رعیت کے حق میں مہربان رہو۔ اُن پہ محبت ظاہر کر اور ہرگز اُن کے ساتھ درندوں کا سا سلوک نہ کر جو ضعیف جانور چیر پھاڑ کر کھانا غنیمت جانتے ہیں۔ اور کوئی چیز جلدی ظلم کرے اللہ کے بندوں سے اُس کی دی ہوئی نعمتوں میں سے چھینی نہیں جا سکتی کیونکہ خدا مظلوم بندوں کی دُعا کو سنتا ہے۔ اور وہ ظالموں کی گھات میں رہتا ہے۔ تیری رعیت میں سے پست ترین آدمی تیرے نزدیک وہ ہونا چاہیے۔ جو لوگوں کے عیب تجھ سے بیان کرے۔ اور وہ فتنہ ایجاد کرتا چاہیے۔ اور اُن لوگوں کو اپنے نزدیک کر جو پرہیزگار اور سچ بولنے والے ہوں۔ اور گناہ کرنے والوں کو اپنے سے دُور رکھ نیکی اور بدی کرنے والے تیرے نزدیک ایک دوسرے کی مانند تصور نہ کئے جائیں۔ کیونکہ یہ مساوات نیکی کرنے والوں کو نیکی سے باز رکھے گی۔ اور بدوں کو بدی کرنے سے منع نہیں کرے گی۔ اور وہ باوجود بُرائی کے خود کو نیکوکار کے برابر دیکھیں گے۔ تیری نظر میں زمین کی آبادی اور کھیتی باڑی محصول سے زیادہ اہمیت کی حامل رہے۔ کیونکہ اگر زمین خراب ہو جائے۔

تو اُس کا محصول نہیں ہو گا۔ اور کھیتی باڑی کا کام صحیح طور پہ مرتب نہیں ہو سکے گا۔ جس سے تمام لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور اس کے نتیجہ میں تمہاری حکومت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

دُوسرا۔ اپنے نائب کارندوں اور خدمت گذاروں کو جو امور حکومت میں تمہارے معاون ہوں۔ اُن لوگوں میں سے انتخاب کر جو نیک اور خصائل میں اچھے ہوں۔ اور جن کو حکومت کے کاموں کا تجربہ حاصل ہو۔ اور لوگ اُن کی کوئی بُرائی بیان نہ کریں کیونکہ اُن لوگوں کی حقیقت جو کہ اہم امور حکومت پہ مامور ہوں اور جو لوگوں کو صحیح راہ پہ چلانے والے ہوں جلدی معلوم ہو جائے اور کوئی چیز لوگوں کے امتحان کے لئے اُن کی ریاست کی طرف توجہ پہ منحصر نہیں۔ کیونکہ اُن کی اصلی حقیقت اصلاح اور فساد پیدا کرنے سے روشن ہو سکتی ہے۔

تیسرا۔ صنعت کاروں اور تاجروں کو حکم دیا جائے۔ جو کہ برے کاروبار کرتے ہیں وہ لوگوں کے لئے باعثِ استفادہ ہوں۔ اور اُن کی آسودگی کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔ اور اُن لوگوں کو اس بُری عادت سے رُوک جو

ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ ذخیرہ اندوزی کو رد کرتے تھے۔ اور لوگوں سے کہو کہ وہ خرید و فروخت کے معاملے میں سخت گیری نہ کریں۔ کیونکہ حضرت پیغمبرِ خدا نے اُن لوگوں کے حق میں دُعا فرمائی جو سخت گیری نہیں کرتے۔ اور اجناس کی قیمت اس طرح مقرر کر۔ کہ بیچنے والے اور خریدار دونوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اور اگر کوئی شخص تمہارے حکم کی نافرمانی کرے۔ اُس کو سزا دے۔ لیکن خیال رہے کہ سزا عدالت کی حد سے تجاوز نہ کرے۔

چوتھا۔ غریبوں اور محتاج لوگوں کی طرف رجوع کر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس طبقہ کی اور خاص کر اُن لوگوں کی جو اپنی زندگی گذارنے کی کوئی راہ یا وسیلہ نہیں رکھتے اور لوگوں کی امداد کے محتاج رہتے ہیں کی آسودگی منظور ہے۔ کیونکہ اس طبقہ کے بعض لوگ ایسے قانع ہیں۔ جو کچھ بھی سختی اُن پر گذر جائے۔ اپنی حاجت کا کسی پر اظہار نہیں کرتے۔ اس لئے اُن لوگوں کا حصہ بیت المال سے مقرر کر اور اُن کے ہر ممکن حقوق کو بیت المال اور زکوٰۃ کی مدد سے پورے کر۔ تاکہ وہ خواہ نزدیک ہوں یا دُور اُن کے حقوق مساوی طور پر اُن کو

پہنچتے رہیں۔ کیونکہ رعیت کے درمیان یہ سب طبقوں سے لازم تر رعایا ہیں۔ خاص طور پر وہ لوگ ہیں جنہوں نے سوال کا دروازہ اپنے سامنے بند کیا ہوا ہے۔

پانچواں۔ یہ حکم ہے۔ کہ کچھ وقت اُن لوگوں کے لئے مقرر کر جو حاجت مند ہیں اور اپنی حاجتوں کے لئے تم سے ملنا چاہتے ہیں اپنی مجلس عمومی میں حاضر رہ اور پاسبانوں کو حکم دے کہ وہ اس دربارِ عام سے دُور رہیں۔ تاکہ رعایا کے عوام بغیر کسی خوف کے اپنی حاجتیں تم سے بیان کرسکیں۔ اور کوئی چیز نہ چھپائیں کیونکہ جو شخص لوگوں پر حاکم بنے۔ وہ خود کو عوام کی دسترس میں قرار دے۔ تاکہ صاحبان حاجت اُس سے اپنی حاجتیں بیان کرسکیں۔ ورنہ اُس پر اللہ کا غضب وارد ہو کر رہے گا۔

مؤلف کہتا ہے۔ چونکہ یہ موضوع زمانے کے لوگوں کے لئے محل ابتلا ہے اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ چند احادیث جو اس کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ یہاں نقل کردوں۔ تاکہ مسلمانوں کے امور کے حاکم یہ جان لیں۔ کہ کونسا امر بزرگ اُن کی طرف متوجہ ہوا اور لوگوں کے حاجتیں پُورا کرنے میں جو عذر شرعی کے بغیر ہوں نرمی اختیار نہ کرنے میں دنیاوی اور آخرت کی کن کن سختیوں میں وہ

گرفتار ہوں گے۔ کتاب نورالمبین فی قصص الانبیا والمرسلین میں منقول ہے۔ کہ قوم بنی اسرائیل کا ایک آدمی اپنی کسی حاجت کے لئے صاحب اختیار کے دروازے پر آیا۔ جب اُس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ تو گھر کا نوکر دروازہ پر آیا۔ صاحب حاجت نے اس بات کا پتہ چلایا۔ کہ رئیس گھر میں ہے یا نہیں۔ باوجود اس کے کہ مالک گھر میں موجود تھا۔ نوکر نے جھوٹ بولا کہ وہ گھر میں نہیں ہے اُس بیچارہ نے خیال کیا۔ کہ نوکر سچ کہتا ہوگا۔ واپس چلا گیا۔ جب نوکر اپنے مالک کے پاس پہنچا تو اُس نے سوال کیا۔ کہ تو کس سے بات کر رہا تھا۔ اس نے تمام بات بیان کر دی۔ کہ فلاں شخص آپ سے ملنے آیا تھا۔ میں نے اُس سے کہا کہ میرا مالک گھر میں نہیں ہے۔ مالک اس بات سے خوش ہوگیا اور نوکر سے کہا کہ تو نے درست کیا۔ اور اُس کو یہ جواب دے دیا۔ ورنہ میرے لئے باعثِ تکلیف بن جاتا۔ دُوسرے دن صاحب حاجت صبح سویرے رئیس کے دروازہ پر آیا۔ تاکہ اُس سے اپنی حاجت بیان کرے اُس نے دیکھا کہ وہ رئیس اپنے نوکر کے ساتھ گھر سے باہر آرہا ہے۔ اور باغ کی طرف جا رہا ہے۔ ابھی صاحب حاجت

نے اپنی حاجت بیان کرنا شروع نہ کی تھی۔ کہ ایک سیاہ بادل
ظاہر ہوا۔ اور اس نے رئیس اور اس کے نوکر کے پر آگ برسانا
شروع کر دی۔ اور ان کو جلا کر راکھ کر دیا۔ صاحب حاجت حضرت
موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے پاس آیا۔ اور تمام واقعہ ان
سے بیان کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ وہ تیرے
ہی وجہ سے جل گئے۔ چونکہ تمہیں کسی وجہ کے بغیر اپنے گھر
کے دروازے سے دور کیا تھا۔ خدا تعالٰے نے انہیں آج
کے دن تک مہلت دی تھی۔ کہ وہ تجھ سے ملاقات کرلیں
تاکہ تجھ سے معذرت کریں۔ چونکہ انہوں نے تم سے عذر خواہی
نہیں کی۔ خدا نے ان کو ہلاک کر دیا۔ اس شخص نے کہا۔ کہ
میں ان پر ایسی سختی کے لئے راضی نہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ
عذاب سے پہلے ان کے گناہ سے واقف ہوتا اور ان کو
معاف کر دیتا تو حق تعالٰے ان پر عذاب نازل نہ فرماتا۔
لیکن اب تمہاری معافی ان کے لئے کوئی فائدہ نہیں رکھتی
سوائے اس کے کہ حق تعالٰے ان کے عذابِ آخرت میں
تخفیف فرما دے۔

دوسری حدیث اسحٰق بن عمار سے منقول ہے۔ اس نے

لما کہ جب میری دولت کوفہ میں زیادہ ہوگئی۔ تو فقیر میرے گھر کے دروازے کی طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے اپنے غلاموں کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ شیعہ فقرا کو میرے دروازے سے دور رکھیں۔ اور اُس سال میں حج سے مشرف ہُوا اور واپسی پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے درِ دولت پر آیا۔ میں حضور کی زیارت سے مشرف ہوا۔ جب میں نے سلام کیا تو حضرت نے سلام کا جواب کراہت سے دیا۔ اور مجھے غضب آلود نظر سے دیکھا۔ میں نے حضور کی ناراضگی کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تو ہمارے شیعہ دوستوں سے بے مہر ہوا۔ اور ہم تمہارے ساتھ اُسی طرح پیش آئے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ فقرا شیعہ کا میرے گھر کے دروازے کی طرف متوجہ ہونے سے مجھے اپنی گرفتاری کا خوف لاحق ہوا۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ تو ظاہری حاکم کے خوف سے تو ڈر گیا۔ تو کیا تو خدا کے غضب سے نہیں ڈرتا جو تمہیں اس میں مبتلا کر دے۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے۔ کہ جب مومن اپنی حاجت کے لئے کسی کے دروازے پر آتا تھا۔ اور صاحب خانہ قدرت

رکھنے کے باوجود کہ اُس کی حاجت رفع کرتا۔ اُس کو اپنے گھر۔
دروازے سے انکار کے ساتھ لوٹا دیتا۔ اور خود اُس کے سا
نہ آتا تھا۔ ایک فرشتہ جو اُس شخص کے دروازے پر آتا تھا
اللہ سے عرض کرتا تھا۔ کہ لوگوں کی اُمید اس دروازے سے
قطع فرما۔ یعنی اس صاحبِ خانہ کو موت دے۔ تاکہ تیرے بندے
امید لے کر اُس کے گھر کے دروازے پر نہ آئیں اور نیز حدیث
میں وارد ہے۔ جب بھی کوئی مومن اپنی حاجت کسی کے سامنے
ظاہر کرے۔ اور وہ شخص بغیر عذر شرعی اُس کو اپنے دروازے
سے خالی لوٹا دے تو خداوند ایک ظالم کو مقرر فرما دیتا ہے کہ اسی
حاجت کا اُس سے مطالبہ کرے۔ تاکہ وہ اس کے مطالبہ کو بھی
پورا کرے اور گناہ بھی اُس کے نام لکھا جائے۔ کہ تو نے ظالم
کی امداد کیوں کی۔ نیز حدیث میں منقول ہے۔ کہ حضرت امام رضا
علیہ السلام نے خراسان سے اپنے بیٹے حضرت امام محمد تقی
علیہ السلام کو مدینے میں لکھا۔ کہ میں نے سنا ہے۔ کہ آپ کے
بعض ہمسایوں نے اس میں بہتری دیکھی ہے۔ کہ آمد و رفت کے
وقت چھوٹے دروازے اور تنہا گلی سے عبور کیا کریں۔ تاکہ صاحبان
حاجت آپ تک نہ پہنچ سکیں جب میرا خط آپ کو ملے۔ تو میں حکم

تیا ہوں۔ کہ آپنے گھر کے بڑے دروازے اور اُس کوچہ
سے باہر آئیں جہاں عوام کی بکثرت آمدورفت ہو۔ تاکہ صاحبانِ
حاجت آپ کو دیکھ سکیں اور جس مقدار میں آپ دے سکتے ہوں
ان کی حاجتیں پوری کریں اگر اس مقدار میں دینے کی آپ میں
قدرت نہ ہو تو عذر خواہی کر دیں۔

نیز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔
آپ نے کہا کہ اگر کوئی شخص کسی حاجت کے لئے اَپنے مومن
بھائی کے دروازے پر جائے۔ اور وہ دیکھ کر چھپ جائے۔
اس پر اللہ کی لعنت برستی رہتی ہے۔ جب تک وہ اپنے مومن
بھائی سے ملاقات نہ کرے اور عذرخواہی نہ کرے۔ اور اسی
طرح حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ جو مومن اپنے
اور اَپنے مومنین بھائیوں کے درمیان پردہ حائل کرے۔ کہ
وہ اس سے ملاقات نہ کر سکے۔ خداوند ایسے شخص اور بہشت
کے درمیان ستر ہزار پردے حائل فرما دے گا۔

مؤلف کہتا ہے۔ کہ مومن کا اپنے مومن بھائی کی حاجت
کو رد کرنا اتنی سختی رکھتا ہے۔ کہ بعض روایات سے اس طرف
میں نے اشارہ کیا ہے۔ مومنین کی حاجت کو پورا کرنا اور اُن

کی فریاد کو پہنچنا بہت ہی ثواب اور آخرت کا اجر رکھتا ہے
اور میں اس قسم کی بعض روایات کی طرف اشارہ کرتا ہوں
امالی میں جناب صدوق سے منقول ہے کہ مسمع اسدی
نے کہا کہ ایک سال میں حج کے لئے گیا۔ وہاں سے مشرف ہو کر
مدینہ میں حضرت امام صادق علیہ السلام کی زیارت کے لئے
پہنچا اور عرض کیا۔ کہ اس سال حج سے مشرف ہوا۔ آپ نے
فرمایا کہ جو شخص ایک ہفتہ مکہ معظمہ میں رہے۔ اور خدا کے گھر کا
طواف کرے اور مقام حضرت ابراہیم پر دو رکعت نماز بجالائے
اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے۔ خداوند اُسکے لئے
چھ ہزار نیکی تحریر فرماتا ہے۔ اور اُس کے چھ ہزار گناہ مُعا
فرماتا ہے۔ اور اُس کا چھ ہزار درجہ بلند فرماتا ہے۔ اور اس
کی چھ ہزار حاجتیں بر لاتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ ان فضائل
سے جو آپ نے بیان فرمائے اور کیا عمل افضل ہے آپ
نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز کی خبر دوں جو ان سے زیادہ
بہتر ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ فرمایا کہ مومن کی ایک حاجت
پُوری کرنا دس حجوں سے بہتر ہے۔

نیز ایک اور حدیث میں وارد ہے۔ کہ کوفہ میں ایک

اہلبیت کا دوست مومن بہت مقروض ہوگیا۔ اور وہ کسی طرح بھی ادائیگی قرض پہ قادر نہ تھا۔ یہاں تک کہ اُس نے ارادہ کیا۔ کہ وہ حضرت امام نقی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور اُن سے اپنی حاجت بیان کرے۔ شاید آپ اُس سے چھٹکارے کا کوئی وسیلہ بتا دیں۔ وہ سامرا پہنچا۔ جب آپ کے درِ دولت پہ پہنچا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ کسی بستی میں تشریف لے گئے ہیں۔ وہ شخص وہاں جا کر آپ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور اپنی حاجت پیش کی آپ نے فرمایا۔ کہ اس وقت تو میں تمہارے قرض کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتا۔ لیکن تمہیں ایک طریقہ بتاتا ہوں۔ اس پہ عمل کر۔ شاید اس وسیلہ سے تمہارا قرض ادا ہو جائے۔ حضرت نے اس مضمون کا ایک کاغذ لکھا۔ علیؑ ابنِ محمد نے اس بات کا عہد کیا ہے۔ کہ فلاں روز اتنی رقم فلاں کوفی شخص کے حوالہ کرے گا۔ اور وہ تحریر اُس کو دے کر فرمایا۔ کہ جب میں سامرہ میں واپس پہنچوں اور اُس دن جب کافی لوگ میرے پاس جمع ہوں۔ تو یہ تحریر لے آنا اور سختی سے یہ مطالبہ کرنا کہ جو کچھ اس کاغذ میں لکھا ہے۔ مجھے

ادا کریں میں جس قدر عذر کروں۔ کہ اس قرض کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتا۔ مگر تو میری بات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے مطالبہ پر ڈٹے رہنا اُس آدمی نے عرض کیا۔ میں اس بات کو کیسے برداشت کرسکتا ہوں۔ کہ آپ اپنے امام کو بھری مجلس میں خفیف کروں۔ میں اس پر راضی ہوں میں جو کچھ تم کو حکم دوں تو اُس پر عمل کر۔ کہ شاید اس طرح تو قرض کے پنجے سے چھٹکارا حاصل کرسکے۔ اُس شخص نے وہ کاغذ لے لیا اور سامرہ میں واپس آگیا۔ اُس روز جبکہ آپ کے نزدیک لوگوں کا کافی مجمع تھا۔ وہ شخص اُٹھا اور سختی سے اپنی طلب کا مطالبہ کیا۔ حضرت نے جس قدر عذر پیش کیا۔ مگر اُس نے ایک نہ سُنی۔ یہاں تک جب سب لوگ اُٹھ کر چلے گئے بعض اُن میں سے متوکل کے پاس آئے۔ اور یہ ذکر اُس کے سامنے کیا۔ کہ علی الہادی کا قرض اتنا زیادہ ہوگیا ہے۔ کہ یہ سزاوار نہیں کہ وہ اس قدر تکلیف میں مبتلا ہوں۔ متوکل نے تیس ہزار درہم آپ کے پاس بھیجے اور آپ نے وہ تمام رقم اُس کوفی مرد کے حوالے فرمادی۔ اور اسی حدیث سے مومن کی حاجت روائی کے متعلق معلوم ہوتا ہے۔

چھٹا۔ علی علیہ السلام نے مالک اشتر نخعی سے فرمایا۔ کہ اپنے

آخرت کے سفر کے لئے بہترین اوقات عبادت کے لئے مقرر کر۔ جس وقت نماز میں لوگوں کی امامت کرائے۔ نہ نماز کو اتنا مختصر کر کہ اس میں کمی واقع ہو جائے۔ نہ اس میں طول دے کیونکہ ہمارے درمیان ایسے مومن بھی ہوتے ہیں۔ جو صاحبِ حاجت یا مریض ہوں۔ پس نماز اس طرح پڑھ کہ کمزور ترین آدمی کو رعایت حاصل ہو۔ اور مومنین کے حال پہ مہربان رہ۔

شہادت مالکؓ اُشتر نخعی

جب مالک کافی لوگوں کے ساتھ حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کے حکم سے مصر کی طرف روانہ ہوا۔ اور یہ خبر معاویہ کو ملی تو اُس نے عریش کے ایک دہقان کو خط لکھا۔ کہ جب مالک تمہارے دیہات سے گذرے۔ تم سے جس طرح بھی کوشش ہو سکے۔ مالک کو زہر دے کر شہید کر دے۔ اور زہر جانگداز بھی اپنے مقصد کے لئے اس کو روانہ کر دی۔ اور اس کے ساتھ وعدہ کیا۔ اگر تو مالک کو شہید کر دے گا۔ تو بیس سال تک کا محصولِ خراج کو معاف کر دیا جائے گا۔ جب جناب مالک عریش پہنچے

جو مصر سے تین منزل کی دُوری پر تھا۔ تو دہقان جناب مالک کے استقبال کو آیا۔ تو اس کو اپنے گھر مہمان رکھا۔ چونکہ عریش کی بستی دریا کے کنارے پر تھی۔ اس لیئے دہقان نے ناشتہ میں مچھلی پکا کر پیش کی۔ جو انہوں نے کھالی۔ اور سو گیا۔ جاگنے کے بعد اُن کو بہت پیاس لگ رہی تھی۔ دہقان ملعون نے شہد کا شربت بنایا۔ اور اسمیں زہر ملا دی اور وہ شربت جناب مالک کے پیش کردیا۔ جونہی جناب مالک نے اُس شربت سے ایک ہی گھونٹ پیا۔ فوراً شہید ہو گیا۔ اور اُس کے جنازہ کو مدینہ میں روانہ کیا گیا۔ جہاں انہیں جنت البقیع میں دفن کردیا گیا۔ جب جناب مالک کی شہادت کی خبر معاویہ کو پہنچی۔ تو وہ اس قدر خوش ہوا کہ اپنے کپڑوں میں پھولا نہ سماتا تھا۔ اُس وقت وہ مسجد میں آیا۔ اور ممبر پر چڑھ کر لوگوں کو جناب مالک کی شہادت کی خبر دی۔ اور کہا کہ علیؑ کے دو ہاتھ تھے۔ ایک صفین میں کٹ گیا۔ اور وہ عمار یاسر تھا۔ اور دوسرا ہاتھ آج کٹ گیا۔ اور وہ مالک اشتر نخعی تھا۔ جو شہد سے تیار کردہ شربت سے شہید ہو گیا۔

لیکن جب حضرت علیؑ کو جناب مالک کی شہادت کی خبر ملی۔

آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ منبر پر تشریف لائے۔
اور خطبہ پڑھا۔ ساتھ ہی یہ فرمایا۔ کہ خدا مالک پر رحمت نازل فرمائے
اُس نے اپنے وعدہ کی وفا کی اور اپنے خدا سے ملاقات کی۔
اور اس کی مصیبت میرے لئے اتنی سخت ثابت ہوئی۔ جو حضور
رسول اکرم صلعم کی وفات کے بعد مجھ پر وارد ہوئی لیکن سوائے
صبر کے میرے پاس کوئی چارہ نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ خدا
مالک کو جزائے خیر دے۔ وہ مالک اگر پہاڑ تھا۔ تو بمانند
پہاڑ کے تھا۔ اگر پتھر تھا۔ تو سخت اور مضبوط پتھر کی مانند تھا۔
خدا کی قسم اگر مالک کی موت کسی گروہ کے لئے باعث خوشی ہوئی
تو دوسری طرف اُس نے ایک جہان کو غمگین کر دیا۔ اس کی
موت اس لائق ہے۔ کہ لوگ جناب مالک کی موت پر گریہ و
بکا کریں کیا کوئی ایسی اُمید کر سکتا ہے۔ کہ مالک کی مانند کوئی
دُوسرا آدمی دیکھا جا سکے گا۔ یا کوئی ماں مالک کی مانند
اب کوئی بچہ پیدا کر سکے گی۔ خدا کی قسم مالک کی موت
اہل مغرب یعنی شام کے لوگوں کو عزیز گذری۔ مگر اہل مشرق
یعنی عراق والوں کو بے حد ناگوار گذری۔ اور کبھی بھی کوئی آدمی
مالک کی مانند نہیں دیکھا جا سکے گا۔

شہادت مسلم مجاشعی

جنگِ جمل میں جب حضرت امیر المومنین علی علیہ السّلام نے دشمنوں کو نصیحت فرمائی کہ جنگ سے باز آجائیں۔ مگر انہوں نے آنحضرت کی نصیحت پر کان نہ دھرے۔ بلکہ آپ پر تیر باری کرنے لگے۔ حضرت نے اپنے اصحاب کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ کہا کوئی ایک شخص تم میں سے ایسا ہے۔ جو مجھ سے قرآن لے کر دشمن کے مقابلہ میں جائے۔ اور اُن کو قرآن کے حکم کی تعمیل کی دعوت دے۔ ایک جوان نے جس کا نام مسلم مجاشعی تھا۔ عرض کیا۔ کہ یا امیر المومنینؑ میں اس خدمت کو سرانجام دوں گا حضرت علی علیہ السلام نے اُس سے فرمایا۔ کہ اگر تم کو یہ بات منظور ہو۔ کہ جب تو قرآن کو اپنے ہاتھ پر بلند کرے گا۔ تو تیرا ہاتھ بدن سے جُدا کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد تو نے قرآن کو اپنے بائیں ہاتھ پر اُٹھا کر دکھانا ہو گا۔ مگر تمہارا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا جائے گا۔ اُس نے عرض کیا کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل اور اس خدمت کی ادائیگی کے لئے حاضر ہوں۔ لہٰذا وہ باسعادت جوان قرآن کو ہاتھوں پر اٹھا کر اصحابِ جمل کے سامنے آیا۔ جونہی

اُس نے قرآن کو بلند کیا اور فرمایا۔ کہ اے لوگو جو تم خود کو اہلِ قرآن کہتے ہو تو آؤ اور ہمارے اور تمہارے درمیان اسی قرآن سے فیصلہ ہو جائے۔ قرآن کو حاکم جانیں۔ اور احکام قرآن کے مُطابق عمل کرلیں۔ ابھی اس کی یہ بات ختم نہیں ہوئی تھی۔ کہ ایک ظالم نے اُس کے دائیں ہاتھ پر تلوار مار کر اُس کا ہاتھ بدن سے جُدا کر دیا۔ مسلم نے قرآن اَپنے بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ مگر اُس کے بائیں ہاتھ کو بھی دشمنوں نے جُدا کر دیا۔ اُس نے قرآن کو اپنے سینے پر چھپا لیا۔ اُس کو گرا کر اس کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ جب حضرت علی علیہ السلام نے اس کی یہ حالت دیکھی۔ تو فرمایا کہ اس کے بعد اُن کے لئے کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ اور اَپنے اصحاب کو حکم دیا۔ کہ اُن پہ حملہ کردیں۔ اور آپ نے خود عَلم اَپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور اُپنے بزرگ فرزند محمد حنفیہ کو لشکر کے آگے روانہ فرمایا۔ یہاں تک کہ فتح اُن کو نصیب ہوئی۔

احوال رشید ہجری

رشید ہجری حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا اور دنیا میں آئندہ واقع ہونے والی باتوں کی خبر دیتا تھا۔ چنانچہ اسحاق ابن عمار سے منقول ہے کہ میں حضرت موسیٰ ابنِ جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ حضرت نے خبر دی کہ فلاں شخص شیعہ کس مقام پر دنیا سے رخصت ہوگیا۔ میں نے اُس وقت اپنے دل میں کہا کہ خدا نے ہم کو کیسے اماموں سے متعلق کیا۔ جو کہ جہان بھر کے واقعات کی خبر رکھتے ہیں۔ میرے دل میں اس خیال کا آنا تھا۔ کہ حضرت نے غصہ سے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ رشید دنیا کے واقعات کی خبر رکھتا تھا۔ اور امام تو اس سے زیادہ مقام رکھتا ہے۔ کہ وہ دنیا کے حالات سے باخبر ہو۔ ایک دن قنوان رشید کی بیٹی نے باپ سے عرض کیا۔ کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ تو اُس نے فرمایا۔ اے بیٹی میں تم کو وصیت کرتا ہوں۔ کہ جو کچھ حدیثیں تو مجھ سے سُنے۔ تو اُن کو چھپا کر رکھنا۔ اور اپنے دل کو امانتوں کا گنجینہ بنا لینا۔ اُس کی بیٹی نے عرض

کیا۔ آپ دین کی راہ میں کس قدر کوشش کرتے ہیں۔ فرمایا۔ اے میری آنکھوں کا نور۔ اس کے بعد ایسی جماعتیں آئیں گی۔ جن کی واقفیت دین کے معاملے میں ہماری کوششوں سے زیادہ تر ہو گی۔ یہ اُن دِنوں کی بات ہے۔ کہ جب زیاد رشید ہجری کی گرفتاری کو خیال رکھتا تھا۔ اور وہ اپنی جان کے خوف سے چھُپا ہوا تھا۔ ایک دن ابوارا کہ جو کہ حضرت علی علیہ السلام کے دوستوں اور رشید کے رفیقوں میں سے تھا۔ وہ اپنے مکان کی ڈیوڑھی میں کافی لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ دیکھا کہ دور سے رشید نظر آیا۔ اور وہ آتے ہی اس کے مکان کے اندر داخل ہو گیا۔ ابوارا کہ جو اس کے پیچھے ہی اس مکان میں داخل ہُوا اور رشید سے کہا۔ کہ آپ اس روشن دن میں اس قدر لوگوں کے مجمع کے سامنے میرے گھر میں آگئے ہیں۔ کیا تو یہی چاہتا ہے۔ کہ مجھے قتل کرائے اور میرے بچوں کو یتیم بنائے۔ رشید نے کہا۔ کہ تسلی رکھو۔ مجھے کسی نے یہاں داخل ہوتے ہی نہیں دیکھا۔ اور کسی کو میرے متعلق خبر نہیں ہوئی۔ ابوارا کہ نے کہا۔ کہ علاوہ اس کے کہ تُو نے میری جان کو خطرے میں ڈال دیا ہے اب میرے ساتھ مذاق بھی کر رہا ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ تو اس قدر آدمیوں کی موجودگی میں میرے مکان کے اندر داخل ہو جائے اور کوئی آدمی تمہیں دیکھ نہ سکے۔ ابوارا کہ نے اپنے گھر کا دروازہ رشید کے آگے بند کر دیا۔ اور اُن لوگوں کے پاس آیا۔ جو ڈیوڑھی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن سے پوچھا کہ ایک آدمی کو میں نے اپنے گھر میں داخل ہوتے دیکھا ہے۔ کہ تم نے بھی کسی ایسے آدمی کو اندر جاتے دیکھا۔ انہوں نے کہا۔ کہ جب ہم دروازے پر

بیٹھے ہوئے ہیں۔ کوئی بھی تمہارے مکان میں داخل نہیں ہوا۔ ابوارا کہ نے اس خیال سے کہ شاید اُس کو کسی نے دیکھ نہ لیا ہو۔ وہ زیاد کی کچہری میں پہنچا۔ تاکہ وہاں کسی نے رشید کے متعلق زیاد کو خبر پہنچائی ہو۔ تو وہ خود اُسے لا کر زیاد کی تحویل میں دیدیگا۔ اُس نے وہاں آکر دیکھا۔ کہ وہاں رشید کے متعلق کوئی بات نہیں ہو رہی تھی اتنے میں ابوارا کہ نے دیکھا کہ رشید اُس کے گھوڑے پر سوار ہو کر زیاد کی کچہری کی طرف آ رہا ہے۔ نزدیک تھا۔ کہ یہ منظر دیکھ کر ابوارا کہ کا دل ڈوب جائے۔ اُس نے خود سے کہا کہ اب میرے قتل اور میرے گھر کے انہدام کا حکم جاری ہو جائے گا۔ اتنے میں دیکھا کہ رشید گھوڑے سے اُتر آیا۔ اور اُس کو باندھ کر کچہری میں داخل ہو گیا۔ اور وہاں آکر زیاد کو سلام کیا۔ اُس نے ان کا بے حد احترام کیا اور اپنے پہلو میں بٹھا دیا۔ اور اُن سے پوچھا کہ کس وقت شام سے آپ یہاں آئے۔ فرمایا فلاں وقت پھر ایک گھنٹہ زیاد کے ساتھ بیٹھ کر وہاں سے باہر چلے آئے جب رشید باہر چلے گئے تو ابوارا کہ نے زیاد سے پوچھا۔ کہ یہ شخص کون تھا۔ جس کے ساتھ آپ نے اس قدر اظہار محبت کیا۔ اُس نے کہا کہ یہ میرے شام کے دوستوں میں سے ایک تھا ابوارا کہ جب زیاد کے پاس سے اُٹھ کر اپنے گھر واپس آیا تو دیکھا کہ اُس کے گھر کا دروازہ اُسی طرح رشید کے آگے بند تھا۔ اُس نے دروازہ کو کھولا اور آکر رشید کے ہاتھوں کو چوم لیا۔ اور عرض کیا۔ کہ میں آپ کے صحیح مرتبہ سے واقفیت

نہیں رکھتا تھا۔ اب جبکہ آپ کے ان مراتب کو دیکھ لیا ہے تو میں تاکیداً عرض کروں گا۔ کہ میرے گھر میں کافی سے زیادہ مرتبہ تشریف لایا کریں۔

شہادت رشید ہجری

ایک دن حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام رشید ہجری اور اپنے دوسرے کافی اصحاب کے ساتھ کھجور کے درخت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اُس کھجور کے مالک نے اُس کا پھل چُنا اور آپ کے سامنے لاکر رکھ دیا۔ جب حضرت نے اپنے اصحاب کے ساتھ وہ کھجور تناول فرمائے۔ رشید نے عرض کیا کہ یا علیؑ اس درخت کی کھجوریں کتنی عمدہ ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ رشید تمہارے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ کر اس درخت کی لکڑی پہ تمہیں سُولی دی جائے گی۔ آپ کے اس فرمان کے بعد رشید اُس درخت کے پاس آتا تھا۔ اور اس کو آکر پانی دیتا تھا۔ ایک دن اُس نے دیکھا کہ اُس درخت کو کاٹ لیا گیا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ اب میری

شہادت کے دن قریب آ گئے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک دن ابنِ زیاد نے حکم دیا۔ کہ رشید ہجری کو جہاں پاؤ۔ اُس کو قید کر کے میرے پاس لے آؤ۔ جب رشید کو ابنِ زیاد کے پاس لایا گیا۔ تو اُس ملعون نے کہا۔ کہ علیؑ سے بیزاری اختیار کر۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں حضرت علی علیہ السلام کی محبت سے ہرگز دست بردار نہیں ہوں گا۔ اور میرے آقا نے مجھ کو خبر دی تھی۔ کہ اس کی محبت میں میرے ہاتھ پاؤں اور زبان قطع کر دیئے جائیں گے۔ میں نے اُن حضرت سے عرض کیا تھا۔ کہ اس صدمہ کے بعد کیا میں اہلِ بہشت میں سے ہوں گا۔ فرمایا کہ اے رشید دُنیا و آخرت میں تو ہمارے ساتھ ہوگا۔ ابنِ زیاد نے کہا۔ کہ میں تمہیں قتل کر کے تمہارے آقا کے فرمان کے خلاف عمل کروں گا۔ اُس ملعون کے حکم سے رشید کے دونوں پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ اور کہا کہ اس کی زبان کو باقی رہنے دو۔ تاکہ علیؑ کی خبر جھوٹی ثابت ہو جائے۔ رشید کو ابنِ زیاد کی کچہری سے باہر لایا گیا۔ ایک مجمع کثیر یہ تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہو گیا تھا۔ اُن سے کہا کہ قلم اور کاغذ لے آؤ۔ تاکہ

تم کو خبر دوں اُن واقعات کی جو قیامت تک وقوع پذیر ہوتے رہیں گے۔ عبیداللہ نے کہا۔ کہ اس کی زبان کاٹ دو اور اس کے بدن کو سُولی پر لٹکا دو۔

حالات حجر بن عدی

حجر بن عدی حضرت علی علیہ السلام کے بزرگ اصحاب میں سے تھے۔ فصاحت۔ بلاغت۔ شجاعت۔ سخاوت اور عبادت میں دوسرے تمام اصحاب سے گوئے سبقت لے گئے تھے۔ ہر دن اور رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ یہ وہ پہلا شخص تھا۔ جسکو اسلام میں شکر وصبر کی حالت میں شہید کیا گیا۔ جب بیسویں ماہِ رمضان میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کو ضربت لگائی گئی۔ آپ کے اصحاب آپ کو دیکھنے کے لئے حاضر ہوئے۔ اُن سب میں حجر ابن عدی بھی شامل تھا۔ حضرت نے اُس حالت میں اُن سے فرمایا۔ کہ اے لوگو مجھ سے سوال کرو۔ اس سے پہلے کہ مجھ کو نہ دیکھ سکو۔ اپنے سوالات کو مختصر

کر کے بیان کرو۔ کیونکہ تمہارا آقا بولنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ حضرت کے اس فرمان کے بعد اُن سب کی آواز گریہ بلند ہوئی۔ جن میں حضرت حجر بن عدی بھی موجود تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے آنکھیں کھولیں۔ اور حجر بن عدی سے فرمایا۔ کہ تمہارا اُس وقت کیا حال ہوگا۔ جب حکم دیا جائے گا کہ تو مجھ سے بیزاری اختیار کر اور مجھے گالیاں دے۔ اُس نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ اگر تلوار سے میرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ اور آگ جلا کر مجھے اُس آگ کے درمیان ڈال دیں۔ میں آپ کی محبت سے ہرگز دست بردار نہیں ہوں گا۔ علی علیہ السلام نے یہ سُن کر فرمایا۔ کہ اے حجر بن عدی تجھے نیکیوں کی توفیق عطا ہو۔ اور اللہ تجھ کو جزائے خیر دے اپنے پیغمبرؐ کی اہلبیت کے صدقہ میں۔

ایک دن معاویہ نے مکہ معظمہ میں حضرت حسین علیہ السلام کو دیکھا اور اُن سے عرض کیا۔ کہ ہم نے آپ کے باپ علیؑ کے شیعوں مثلاً حجر ابن عدی کو قتل کیا۔ اُن کی نماز جنازہ پڑھی۔ اور اُن کو دفن کیا۔ حضرت حسین علیہ السلام

نے فرمایا کہ اے معاویہ اگر ہم تمہارے شیعوں کو قتل کر دیں۔ تو ہم نہ اُن کو کفن دیں گے اور نہ اُنہیں دفن کریں گے۔

کیفیت شہادت حجر بن عدی

معاویہ ابن سفیان نے جب مغیرۃ بن شُعبہ علیہ اللعنت کو فہ کی حکومت سپرد کی ہوئی تھی۔ وہ ملعون ایک روز ممبر پر بیٹھ کر جتنی بھی معاویہ اور بنی امیہ کی تعریف کرسکتا تھا کی اور علی علیہ السلام اور اس کے شیعوں کی جس قدر مذمت اُس سے ہو سکتی تھی کی۔ اور حضرت علی علیہ السلام کو گالیاں دینے کے لئے زبان کھولی۔ حجر بن عدی مسجد میں موجود تھا۔ وُہ برداشت نہ کر سکا اور اپنی آواز اس قدر بلند کی تمام اہل مسجد نے وہ آواز سُنی۔ اور قرآن کی یہ آیہ شریفہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ سے وَلَوْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ تک پڑھی اور مغیرہ پر حملہ کر دیا۔ مغیرہ کو اُس کے ہاتھ سے نجات دلائی گئی۔ مغیرہ نے یہ واقعہ معاویہ کو لکھا۔

معاویہ نے اُس کو کوفہ سے معزول کر دیا۔ اور زیاد کو بصرہ اور کوفہ کی حکومت سپرد کی۔ جب زیاد کوفہ میں پہنچا۔ تو حجر بن عدی کو اپنے پاس بُلایا کیونکہ وہ اس سے پہلے اس کا دوست تھا۔ حجر ابن عدی سے کہا کہ مَیں نے سُنا ہے۔ کہ تو نے مغیرہ پہ سختی کی۔ میں بھی تمہاری طرح علیؑ کا محب اور معاویہ سے بغض رکھتا تھا۔ لیکن خداوند نے میرے دل سے علیؑ کی محبت نکال دی اور اس کے عوض معاویہ کی محبت میرے دل میں ڈال دی۔ اور میں اب تم سے کہتا ہوں۔ اگر تمہیں دُنیا و آخرت کی خیریت درکار ہے تو علیؑ کی محبت سے دست بردار ہوجا۔ اور معاویہ سے دوستی اور اس کی تابعداری کر۔ ورنہ یہ جان لے کہ میں اپنا ہاتھ تمہارا خون کرانے سے نہیں رُوکوں گا۔ حجر ابن عدی نے فرمایا تو نے اپنی طرف سے نصیحت کر دی اور مجھے امید ہے۔ کہ تمہاری ان صحت بخش نصیحتوں کو نظر انداز نہیں کروں گا۔ زیاد نے اُس کی بہت عزت و تکریم کی۔ اور پھر حجر بن عدی سے مزاحم نہ ہوا۔ زیاد سردیوں میں بصرہ میں رہتا تھا۔ اور گرمیوں کے موسم میں کوفہ میں آجاتا تھا۔ یہاں تک کہ بصرہ میں زیاد کو خبر بھیجی گئی۔ کہ حجر ابن عدی

روزانہ مسجد کوفہ میں کافی لوگوں کو ہمراہ لے کر آتا ہے۔ اور
خروج کا ارادہ رکھتا ہے فوراً زیاد کوفہ میں پہنچا۔ اور
دارالامارہ میں چلا گیا۔ اور اُس نے محل میں بیٹھ کر مسجد کوفہ
کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ لوگوں کا بہت زیادہ مجمع حجر بن
عدی کے گرد جمع ہے۔ اور وہاں حضرت علی علیہ السلام کی
مدح اور معاویہ کی مذمت کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ اُس
نے حکم دیا۔ کہ مسجد میں یہ آواز دی جائے کہ جو لوگ حجر بن
عدی کے ساتھ بیٹھیں گے۔ اُن کا جان و مال خطرہ میں ہو گا۔
لہٰذا لوگ حجر بن عدی سے متفرق ہونا شروع ہو گئے۔ اور
بہت ہی مختصر لوگوں کی تعداد اُن کے ساتھ باقی رہ گئی۔ اور
وہ اسے اپنے مختلف مکانوں میں چھپاتے رہتے۔ تاکہ کوئی
اس کی جائے رہائش کی اطلاع نہ دے سکے۔ زیاد نے جس
قدر کوشش کی حجر ابن عدی کی رہائش گاہ کا پتہ چلائے۔
مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ محمد بن اشعث
کو بلایا اور اُس سے کہا کہ اگر تین روز کے اندر حجر بن
عدی کو لیکر میرے پاس حاضر نہ کیا تو کوفہ میں تمہارا کوئی گھر
باقی نہ رہنے دوں گا۔ اور جتنے بھی تیرے کھجور کے درخت

ہیں۔ سب کٹوا دوں گا۔ اور تم کو تلوار سے ٹکڑے کرا دونگا۔ محمد بن اشعث زیاد سے اُٹھ کر باہر آیا۔ اور نہایت سختی سے اُس کی تلاش شروع کر دی۔ جب حجر بن عدی کو محمد بن اشعث کے خلاف زیاد کی دھمکی کا پتہ چلا۔ تو انہوں نے اُس کو پیغام بھیجا۔ کہ خوف نہ کر۔ بلکہ زیاد سے میری امان کا وعدہ حاصل کرے۔ تاکہ میں خود زیاد کے پیش ہو جاؤں۔ وہ مجھے معاویہ کے پاس بھیج دے۔ معاویہ جانتا ہے۔ کہ وہ میرے ساتھ کیا سلوک کریگا۔ زیاد نے امان کا وعدہ دیا۔ اور جب محمد بن اشعث اُن کو اور اُن کے ساتھیوں کو زیاد کے سامنے لے آیا۔ تو اُس ملعون نے حکم دیا۔ کہ حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں کو زندان میں بند کر دیا جائے۔ اور اس کے بعد کوئی ایک آدمی بھی اُن کے ساتھیوں میں سے جہاں بھی ملے۔ قید کر لیا جائے۔ یہاں تک اُن کے بارہ ساتھی زندان میں ڈال دیئے گئے۔

پھر اُس نے حکم دیا۔ کہ اس مضمون کی ایک تحریر تیار کی جائے کہ حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں نے معاویہ کی

بیعت توڑ دی ہے۔ اور اس کو گالیاں دیتے ہیں نیز بغاوت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور وہ معاویہ سے خلافت چھیننا چاہتے ہیں۔ خدا کی قسم کہ انہوں نے کفر اختیار کر لیا ہے۔ اور یہ حکم دیا۔ کہ کوفہ کے اُمرا اُس پر اپنی مہر ثبت کریں۔ زیاد کے خوف سے ستر آدمیوں نے اُس تحریر پر اپنی مُہریں لگائیں۔ اس کے ساتھ زیاد نے یہ حکم دیا۔ کہ حجر بن عدی کو اُن کے ساتھیوں سمیت جو تعداد میں چودہ بنتے ہیں۔ انہیں رات کے وقت زندان سے نکال کر شام روانہ کیا جائے۔ یہاں تک جب وہ ایک فرسخ شام سے دور رہ گئے۔ تو اُن کو ایک بستی میں جس کا نام عذرا تھا۔ قید خانے میں بند کر دیا۔ اُن کے ہاتھوں اور پاؤں میں زنجیریں پہنا دیں۔ اور وہ کاغذ معاویہ کی طرف لے گئے۔ معاویہ نے اُس تحریر کو پڑھا۔ اور اُس نے ہدیہ بن فیاض اعور کو جو بے حد ظالم شخص تھا۔ طلب کیا۔ اور اس کو کہا۔ کہ وہ عذرا چلا جائے۔ اور اُن چھ آدمیوں کو جن کے شامی دوستوں نے اُن سے اپنا تعلق ظاہر کیا تھا۔ رہا کر دینا۔ اور حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں کو جن کی تعداد آٹھ باقی رہ جائے گی۔ اگر وہ علیؑ سے بریت کریں اور اُن کو

گالیاں دیں۔ تو اُن کو بھی رہا کر دیا جائے ۔ ورنہ سب کی گردن کاٹ دیں۔ اور جب ہدیہ بن فیاض بستی عذرا میں پہنچا۔ تو حجر بن عدی اور اُن کے سات ساتھیوں کو حکم دیا۔ کہ وہ علیؑ سے بیزاری کریں اور اُن پر لعنت کریں۔ انہوں نے کہا کہ ہم کفر کو اپنے قتل کے عوض ہرگز اختیار نہیں کریں گے۔ اس لئے اُن میں سے سات آدمیوں کی گردن کاٹ دی گئی۔ اور حجر بن عدی سے کہا۔ کہ اگر تو کوئی وصیت کرنا چاہتا ہے تو کرلے ۔ حجر بن عدی نے کہا۔ کہ میں تین وصیتوں سے زیادہ نہیں کرتا۔

اوّل یہ کہ میرا فرزند اور نور چشم جو حضرت علی علیہ السّلام کی محبت میں آج تک میرے ساتھ رہا۔ اگر وہ شہادت کے لئے تیار ہے تو مجھ سے پہلے اُس کو شہید کیا جائے۔ کیونکہ میں خوف کھاتا ہوں۔ کہ اگر اُس کے سامنے میرا سر جُدا کیا گیا۔ تو وہ باپ کو اس طرح جان دیتے ہُوئے نہیں دیکھ سکے گا۔ اور ممکن ہے کہ وہ اپنے عقیدہ کو چھوڑ دے۔ اور عذابِ آخرت کا مستحق ہو جائے اگر میں اپنے بیٹے کی موت کو دیکھ لوں گا۔ تو اپنے دین کی حفاظت کر سکوں گا۔ اور

اس طرح میرا بیٹا بہشت میں میرے ساتھ ہو گا۔ لہٰذا حجر بن عدی کی آنکھوں کے سامنے اُس کے بیٹے کا سَر بدن سے جُدا کیا گیا۔ اور وہ اس کو دیکھتا رہا اور آہِ سرد بھرتا رہا۔

مولف کہتا ہے۔ کہ اس بات کو بغور دیکھا جائے۔ کہ دین کی حفاظت کس قدر اہمیت رکھتی ہے۔ جیسا کہ حجر ابن عدی فرماتے ہیں کہ پہلے میرے عزیز بیٹے کا سَر میرے سامنے اُس کے بدن سے جُدا کیا جائے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اپنے باپ کو اس طرح جان دیتے دیکھ کر برداشت نہ کر سکے اور اسکے دین میں تزلزل واقع ہو جائے اور وہ اس کی وجہ سے مستحق عذاب ہو کر واصل جہنم ہو۔ اس لئے ہمیں بھی چاہیئے۔ کہ ہم بھی اپنی اولاد سے اسی طرح کا واسطہ قائم رکھیں۔ جس وقت ہم یہ دیکھیں۔ کہ کسی درسگاہ میں بھیجنے سے اُن کے بے دین ہونے کا احتمال ہو۔ تو وہاں سے انہیں روکیں۔ مختصر یہ کہ ہم اُن کے حلال کاموں سے راضی ہوں۔ اور انہیں اس بات کا شوق دلائیں۔ کہ کہیں ملمع شدہ مردار بدبودار دنیا کے جھوٹے رشتوں میں پھنس نہ جائیں جو کہ اُن کے خسارے اور ہلاکت کا سبب بنیں اگر ہم

اپنے لئے یہ پسند کرتے ہیں کہ اہل بہشت ہوں۔ تو اپنی اولاد کو بھی اس کا اہل بنتا دیکھیں۔

دوم۔ یہ کہ جو زنجیریں میرے پاؤں میں پڑی ہوئی ہیں یا جو لباس میں نے اس وقت پہنا ہوا ہے۔ ان کو میرے بدن سے جدا نہ کیا جائے۔ بلکہ اِن کے ساتھ مجھے دفن کیا جائے۔ تاکہ قیامت کے دن میں اسی حالت میں محشور ہوں۔ اور میرے سامنے معاویہ میرا قاتل چل رہا ہو۔

سوم۔ اگر تھوڑی سی مہلت دے دو۔ کہ میں وضو کرکے دو رکعت نماز ادا کر لوں۔ انہیں کہا گیا۔ کہ نماز ادا کرلیں۔ اس بزرگوار نے وضو کے بعد دو رکعت نماز مختصر طور پر پڑھی۔ اور فرمایا۔ کہ خدا کی ذات شاہد ہے کہ میں نے آج تک اتنی مختصر نماز نہیں پڑھی۔ اب جب وقت چاہیں اُن کا سر بدن سے جُدا کریں۔ لوگوں نے دیکھا۔ کہ اُن کا بدن کانپ رہا ہے۔ اُن سے پوچھا کہ آپ کس چیز سے خائف ہیں۔ فرمایا کہ تلوار سے خوف کھا رہا ہوں۔ کیونکہ قتل ہونا کوئی آسان بات نہیں۔ ملعون دشمنوں نے اُن سے کہا۔ کہ علیؑ سے بیزاری اختیار کرلے۔ آپ نے جواب دیا کہ حضرت علی علیہ السلام سے

بیزار ہونا میرے لئے تلوار سے زیادہ سخت ہے۔ اس کے بعد اُس مظلوم کا سر اُن کے بدن سے جُدا کر دیا۔ اور اُن کو اسی لباس اور زنجیروں کے ساتھ اُن کے ساتھیوں کے ہمراہ دفن کر دیا گیا اور حجر بن عدی کی قبر شریف عذرا میں شام سے ایک فرسخ کے فاصلے پر مشہور ہے۔

حالات سعید بن جبیر (رہ)

جناب سعید بن جبیر اسلام اور شیعوں کے فقیہوں اور تابعین میں سے تھے۔ حجاج بن یوسف علیہ اللعنت کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ حجاج اُن بے حد خون ریز انسانوں میں سے ایک تھا۔ جو اُس وقت تک دنیا میں پیدا ہوئے۔ تاریخ میں مذکور ہے۔ کہ جب حجاج پیدا ہوا تو اُس کا پاخانہ خارج ہونے والا سوراخ بند تھا۔ عمل جراحی سے اُس کو کھولا گیا۔ حجاج پیدا ہونے کے بعد دودھ پینے کے لئے ماں کی پستانوں کی طرف بالکل مائل نہ ہوتا تھا۔ تو اس سے اُس کے والدین بے حد پریشان رہتے تھے۔ یہاں تک ایک دن

شیطان حارث بن کلادہ کی شکل وصورت میں جو اُس وقت کا ایک مشہور حکیم حاذق تھا۔ نمودار ہوا۔ اُس نے اس کے والدین کو مشورہ دیا۔ کہ ایک سیاہ رنگ کی بکری کو ذبح کریں۔ اور اُس کے خون سے اُس کو رنگین کردیں۔ نیز ایک سیاہ سانپ کو مار کر اُس کا خون بکری کے خون میں مِلا کر اس خون کی گھٹی اُسے لگائیں۔ اور تین دن تک اس گھٹی کے عمل کو جاری رکھا گیا۔ اس کے بعد حجاج نے ماں کا دودھ قبول کیا۔ اس گھٹی کے اثر سے وہ ملعون بے حد ظالم اور قاتل بنا۔ اور وہ یہ بات بارہا ظاہر کرتا تھا۔ کہ میرے لئے بہترین لذتوں میں ایک لذت یہ ہے۔ میں کسی کا سر بدن سے جُدا کر دوں اور وُہ آدمی اپنے خون میں تیرے اور میں یہ تماشہ دیکھا کروں۔ اس لئے جب اُسے عبد الملک مروان کی طرف سے کوفہ کی حکومت سپرد کی گئی۔ اُس نے بیس سال تک عراق پر حکومت کی اور اُس نے اس عرصے میں جتنے آدمیوں کو قتل کرایا۔ ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار آدمیوں کی بنتی ہے۔ اور جب وہ ملعون داخل جہنم ہوا۔ پچاس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتیں جو کہ برہنہ حالت میں قید خانے میں محبوس تھے۔ عورتوں اور مردوں کو ایک

ہی جگہ قید میں رکھا جاتا تھا۔ اُس نے جو قید خانہ تیار کرایا تھا۔ وہ بہت اونچی چاردیواری سے تعمیر تھا۔ اُس پر چھت بالکل نہیں تھی۔ اللہ کے اُن مجبور بندوں کو وہاں بند کیا ہوا تھا۔ سردیوں کے موسم میں بارش اور بے پناہ سردی میں ٹھٹھرتے رہتے تھے۔ اور گرمیوں میں سورج کی جلانے والی دھوپ میں وہ زندگی بسر کرتے تھے۔ دیواروں کے اُوپر اُس نے ایسے آدمی مقرر کر رکھے تھے۔ اگر دھوپ کی گرمی سے بچنے کے لئے کوئی قیدی دیوار کے سایہ میں آکر بیٹھتا تو دیوار پر بیٹھے ہُوئے حجاج ملعون کے محافظ پتھر اُس کے سَر پر مار دیتے اور اس کو سایہ سے دور کر دیتے تھے۔ اور قیدیوں کی خوراک میں جُو کی روٹی جس میں نمک اور راکھ ملی ہوتی تھی دی جاتی تھی اس کی وجہ سے بہت کم قیدی زندہ رہتے۔ بلکہ بہت جلدی تلف ہو جاتے تھے۔ اگر کوئی قسمت کا مارا وہاں چند دن زندہ بھی رہ جاتا تو اس کا رنگ حبشی غلاموں کی طرح دھوپ کی گرمی سے سیاہ پڑ جاتا تھا۔

ایک دن ایک لڑکے کو قید کر کے لایا گیا۔ اُس کی ماں نے اس سے کسی طرح ملاقات کرنے کی کوشش کی۔ کچھ مدت کے

بعد ماں کو بیٹے سے ملاقات کی اجازت دی گئی۔ جب اُس کے سامنے اُس کا بیٹا لایا گیا۔ تو اُس کا رنگ سیاہ توے کی مانند ہو گیا تھا۔ اُس عورت نے اُس کو دیکھ کر کہا کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے۔ جب لڑکے نے اپنی ماں سے اپنا اچھی طرح تعارف کرایا۔ تو ماں نے اپنے بیٹے کو پہچان لیا اور ایک دردناک چیخ بلند کر کے زمین پر گر گئی۔ اور بے ہوش ہو گئی۔ جب اُسے ہلایا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ مر گئی ہے۔

ایک دن حجاج کوفہ کی سب سے بڑی مسجد میں داخل ہُوا۔ تو وہاں اُس نے رونے کا شور و غل سُنا۔ لوگوں سے اس کی وجہ پوچھی تو اُسکو بتایا گیا۔ کہ یہ قیدیوں کے رونے کی آواز ہے۔ جو دھوپ کی گرمی سے چیخ رہے ہیں۔ تو وہ ایک اونچی جگہ پر چڑھ گیا۔ اور اُن کی حالت کو دیکھا۔ تو اُن سے کہا۔ جس طرح کہ اللہ جہنمیوں سے خطاب فرمائے گا۔ اُس طرح خود کو خدا کی مثل بنا کر اُن سے خطاب کیا اور انہیں چُپ کرنے کا حکم دیا۔ گویا وہ قیدیوں کو اہل جہنم بنا کر اُن کو چُپ کرانے کے لئے ایسی آواز نکالنے لگا۔ جس طرح کوئی آدمی بھونکنے والے کتے کو خاموش کراتا ہے۔ اُس ملعون نے کئی بار اس بات کا اظہار کیا۔

کہ میں اُس وقت کربلا میں کیوں موجود نہ ہوا۔ کہ حسینؑ کے خون گرانے میں شرکت کرتا۔ اور اُس ملعون نے کوفہ اور اُس کے گرد و نواح میں تین ہزار قبروں کو کھدوایا۔ تاکہ کہیں سے علیؑ کا بدن پیدا کرکے اس کی توہین کرے۔ مگر اللہ کا شکر ہے کہ وہ اپنی اس ذلیل حرکت میں کامیاب نہ ہوا۔ اُس ملعون نے خانہ کعبہ کا کچھ حصّہ گرادیا۔ اور حجرالاسود کو اپنی جگہ سے اُکھیڑ لیا۔ جس کو بعد میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے دوبارہ اس کے اصل مقام پر اُس کو نصب کرایا۔

ایک دن وہ ملعون ممبر پر سوار ہوا اور لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ کہ اے لوگو اگر میں مرجاؤں۔ تو تم ظالم کے ظلم سے نجات حاصل نہ کرسکو گے۔ کیونکہ مجھے تمہارے بُرے اعمال کے باعث تم پر مسلط کیا گیا ہے۔ اس لئے اگر میں یہاں سے چلا بھی جاؤں تو خداوند مجھ سے بدتر حاکم تم پر مسلط کردے گا۔

ایک دن وہ ملعون اپنی بیوی ہند دختر نعمان بن بشیر انصاری کے کمرہ میں داخل ہوا۔ تو دیکھا کہ وہ آئینہ کے آگے کھڑی ہوئی اپنا سنگار کررہی ہے۔ اور اپنے آپ سے یوں کہہ رہی ہے۔

کہ اے ہند تو اصیل جوان گھوڑے کی مانند صحیح النسل ہے اور اصیل گھوڑوں کی نسل میں سے ہے۔ لیکن اگر خچر اس پر کود ے اور اُس سے کوئی شائستہ بچہ پیدا ہو تو خدا اس کی ماں کو جزائے خیر دے۔ اگر اُس سے خچر پیدا ہو جائے تو وہ اُس کے باپ کی خباثت کا نتیجہ ہو گا۔

حجاج نے جب اس کی یہ گفتگو سُنی تو فوراً غصہ میں آگیا اور اُسے طلاق دیدی۔ طلاق کے ساتھ اُسے دو لاکھ درہم جو اُس کے مہر کا مقرر تھا۔ وہ عبداللہ بن طاہر کے توسط سے ہند کو بھیج دیا۔ جب عبداللہ نے طلاق نامہ اور مہر کی رقم اُس کے حوالے کی۔ تو اُس سے کہا۔ کہ یہ خوشخبری جو تو میرے پاس لایا ہے۔ تو یہ دو لاکھ درہم میں تمہیں بطور انعام دیتی ہوں۔ جب یہ معاملہ عبدالملک بن مروان کے کانوں تک پہنچا۔ تو اُس نے ہند کی سخاوت اور بلند نظری پر تعجب کیا۔ اور ایک شخص کو اُس کے پاس اپنے ساتھ نکاح کرنے کا پیغام بھیجا۔ اُس نے اِس پیغام کا یہ جواب بھیجا۔ کہ جس برتن میں کتے نے پانی پیا ہو۔ تو وہ مقام سلطنت کے لائق نہیں رہتا۔

عبدالملک اُس کے شستہ جواب سے اور اُس پر فریفتہ ہو گیا۔

اور ہند کو جواب میں یہ لکھا۔ کہ شارع اسلام نے اُس برتن کو جس میں کُتّے نے پانی پیا ہو مٹی کو اس کے پاک کرنے والا ذریعہ بتایا ہے۔ ہند نے جواب دیا کہ میں بادشاہ کی ہمسری پر فخر کرتی ہوں۔ مگر اُس کے لئے یہ شرط ہے۔ آپ حکم دیں کہ میرا عقد آپ کے ساتھ کوفہ میں کیا جائے۔ اور مجھے باعزت عماری میں اونٹ پر سوار کیا جائے اور حجاج ننگے پاؤں اُس اونٹ کی مہار تھامے پیدل چل کر شام تک مجھے پہنچائے۔
عبدالملک مروان نے یہی حکم نامہ حجاج کو بھیجا۔ جس کی تعمیل میں حجاج اونٹ کی مہار کاندھے پر رکھ کر ننگے پاؤں پیدل شام کی جانب چل پڑا۔ دوران سفر میں کبھی ہند اپنی عماری سے ایک درہم گرا دیتی۔ اور حجاج سے کہتی کہ میرا دینار اٹھا کر مجھے دے۔ دینار بیس درہم کا ہوتا ہے حجاج مجبور ہو کر دینار اس کو دے دیتا اور کہتا ہے کہ یہ تو درہم تھا جو گرا۔ دینار تو نہیں تھا۔ تو وہ کہتی کہ خدا کا شکر ہے کہ ایک درہم میرے ہاتھ سے گیا۔ مگر اس کے عوض ایک دینار میرے پاس لوٹ آیا۔
اور اس کے بعد حجاج نے بیس سال تک عراق پر حکومت کی۔ چون برس کی عمر میں واسط جو کہ کوفہ کے نزدیک ہے۔ پیٹ میں

پھوڑا پیدا ہونے کے مرض میں مبتلا ہوا۔ اور خدا نے اُس پر اِس حد تک سردی مسلط کی۔ کہ اُس کے گرد کئی آگ کی انگیٹھیاں اس حد تک اُس کو گرمی پہنچاتی تھیں۔ کہ اُس کے بدن کا چمڑا جل گیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ سردی سے کانپتا رہتا تھا۔ اس کے علاج کے لئے طبیب حاذق لایا گیا۔ اُس نے کسی قدر گوشت ایک رسّی میں باندھا اور اُس کو حکم دیا۔ کہ وہ اس رسّی کو نگل لے۔ ایک گھنٹے کے بعد جب رسّی کو اس کے حلق سے کھینچا گیا۔ تو لوگوں نے دیکھا۔ کہ کئی ایک کیڑے بچھو کی مانند اُس رسّی سے چمٹے ہوئے تھے۔ لہٰذا طبیب نے اُس کو حکم دیا۔ کہ اس مرض سے تمہیں اب نجات پانا مشکل ہے۔ اگر کوئی وصیت کرنا چاہتا ہے تو کرلے۔ وہ اپنی مرض الموت میں کہتا تھا۔ کہ مجھے سعید ابن جبیر سے کیا دُکھ تھا۔ کاش میں نے اس کو قتل نہ کرایا ہوتا۔ یہاں تک وہ واصل جہنم ہوگیا۔ لوگوں نے اُس کو خواب میں دیکھا کہ اُس کی برائیوں کا اُس سے یہ سوال کیا جا رہا ہے۔ کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ تو اُس نے کہا کہ میں نے جس جس کو بھی شہید کیا۔ اُن کا ایک ایک قصاص مجھ سے لیا گیا۔ مگر سعید ابن جبیر کے متعلق مجھ سے ستر

مرتبہ قصاص لیا گیا۔ سب سے آخر جس شخص کو حجاج ملعون نے قتل کیا وہ سعید ابن جبیر تھے۔ جو حضرت امام زین العابدین کے اصحاب میں سے شمار ہوتے تھے۔ اور نماز میں ان حضرت کی اقتدا کرتے تھے۔ سعید ابن جبیر اہل کوفہ میں سے تھے۔ اور فقہ۔ زہد اور تفسیر قرآن میں اپنی عمر کے علما میں بے حد فضیلت رکھتے تھے۔ تفسیر قرآن کی تعلیم ابن عباس سے لی۔ اُن کے حق میں کہا جاتا تھا کہ اُن کے زمانہ حیات میں کوئی ایسا آدمی باقی نہ تھا۔ جو علم حاصل کرنے میں اُن کا محتاج نہ ہو۔ اور وہ مستجاب الدعوات مشہور تھے۔ اس لئے جب حجاج نے چاہا۔ کہ اُن کو شہید کرے تو انہوں نے خدا سے یہ دعا مانگی۔ کہ میرے بعد اے مالک حجاج کو کسی بھی ایک بندگانِ خدا کے سر پہ مسلط نہ فرمانا۔ چنانچہ جناب سعید ابن جبیر کو شہید کرنے کے پندرہ روز بعد وہ ملعون واصل جہنم ہوگیا۔

شہادت سعید بن جبیر (رہ)

ایک دن حجاج لعین ابن یوسف کے سامنے جناب سعید ابن جبیر کا ذکر ہوا۔ کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے محبان میں سے ہے۔ حجاج

نے بیس آدمیوں کو حکم دیا۔ کہ جہاں بھی اُس کو پائیں۔ میرے پاس اُن کو حاضر کریں۔ وہ لوگ کافی عرصہ تک ہر جانب گردش کرتے رہے۔ بالآخر انہیں بصرہ کے بیابان میں بحالت نماز گرفتار کرلیا۔ جب رات ہوئی تو اُس کو راہب کے ایک گرجا کے پاس لے آئے۔ انہوں نے جتنی کوشش کی کہ انہیں گرجا کے اندر لے جائیں۔ مگر انہوں نے اس بات کو قبول نہ کیا اور کہا کہ راہب مشرک کے گھر میں قدم نہ رکھوں گا۔ راہب نے کہا کہ اس جنگل میں بہت درندے ہیں۔ وہ تمہیں ہلاک کردیں گے۔ انہوں نے کہا کہ میری عمر میں سے کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے۔ کہ میں حجاج کے ہاتھوں سے قتل ہوجاؤں۔ بلکہ اگر اس جنگل کے بھیڑیئے مجھ کو ہلاک کردیں تو میں اس کو بہتر خیال کرونگا۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ میرا پروردگار مجھ سے ہر بدی کو دور فرما سکتا ہے اگر وہ چاہے۔ اور حجاج کے آدمیوں نے انہیں زنجیروں سے باندھ کر گرجا کے باہر رہنے دیا۔ اور بیس آدمی گرجا کے اندر چلے گئے۔ جب رات کا ایک پہر گذر گیا۔ تو راہب گرجا کی چھت پر پہنچا۔ تاکہ سعید کی حالت کو دیکھے۔ اُس نے دو شیر دیکھے کہ سعید کے گرد پھر کر اُس کی نگہبانی کرتے ہے

ہیں۔ راہب کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا۔ جب صبح ہوئی تو وہ دونوں شیر چلے گئے۔ راہب آ کر سعید کے قدموں پر گر گیا۔ اور عرض کیا کہ تو خدا کے پیغمبروں میں سے کوئی پیغمبر ہے۔ فرمایا۔ کہ نہیں بلکہ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ہوں۔ راہب نے عرض کیا۔ کہ آپ مجھے اسلام کی طرف راہنمائی فرمائیں۔ کہ اس سے بہتر کوئی دین نہیں ہے۔ راہب مسلمان ہو گیا۔ صبح جب حجاج کے ملازم نیند سے بیدار ہوئے۔ تو راہب نے اُن سے کہا کہ اس نیک بندے کو رہا کر دیں۔ کیونکہ جنگل کے درندے بھی اِن کا احترام کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس کی رہائی ممکن نہیں ہے۔ لیکن رہائی کے علاوہ اگر یہ کوئی حاجت رکھتا ہے۔ ہم بجا لائیں گے۔ اور سعید سے کہا کہ اگر تو کوئی حاجت رہائی کے علاوہ رکھتا ہے کہہ تاکہ ہم اس کو پورا کریں۔ سعید نے فرمایا۔ ایک اور رات کی مہلت دیں۔ تاکہ میں اپنے لئے روز قیامت کا کچھ تہیہ کر لوں۔ اور خدا کی عبادت بجا لاؤں۔ انہیں مہلت دی گئی۔ سعید نے غسل کر کے خود کو پاک وصاف کیا۔ اور اپنے کپڑوں کو دھویا۔ اور وہ رات صبح تک

عبادت میں بسر کی۔ اور خدا سے عرض کرتے رہے۔ کہ تو جانتا ہے۔ کہ میں تیری عبادت کا بے حد شائق ہوں۔ لیکن افسوس کہ سوائے آج کی رات کے میں عبادت کی مجال نہیں رکھتا۔ دوسرے دن ان ملازموں نے وہاں سے کوچ کیا۔ یہاں تک کہ انہیں حجاج ملعون کے پاس پہنچا دیا۔ حجاج نے غصہ کا منہ بنا کر اُن سے پوچھا کہ اے مرد تیرا کیا نام ہے۔ فرمایا۔ کہ میں سعید بن جبیر ہوں۔ حجاج نے کہا۔ بلکہ تو کوئی اور شخص ہوگا۔ سعید نے فرمایا۔ کہ مجھ کو اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ تو جس نام سے چاہے اُسی نام سے مجھے مخاطب کر۔ اس کے بعد حجاج نے کہا کہ میں تمہیں قتل کروں گا۔ اور قتل کرکے آگ میں ڈلوا دوں گا۔ سعید نے فرمایا۔ کہ اگر میں یہ جانتا کہ تو اتنی طاقت رکھتا ہے۔ میں تیری بندگی کرتا۔ حجاج نے کہا کہ تو پیغمبر کے متعلق کیا کہتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ قیامت میں اپنی اُمت پر مہربان اور شفیق ہوں گے۔ حجاج نے کہا کہ تو علی کے بارہ میں کیا کہتا ہے۔ کیا وہ اہلِ بہشت میں سے تھا یا اہلِ جہنم سے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ میں نے بہشت اور دوزخ کی سیر نہیں کی تو میں کس طرح کہہ سکتا ہوں۔ کہ کون اہلِ بہشت میں سے ہے اور کون اہلِ جہنم سے ہے حجاج نے کہا۔ کہ گویا میں

یہ جانتا ہوں۔ ابو بکر۔ عمر۔ عثمان اہلِ بہشت ہوں گے۔ لیکن تو یہ بتا کہ ان میں سے کون خدا کا مقرب ترین ہوگا۔ انہوں نے فرمایا کہ جن کا تقویٰ زیادہ ہوگا۔ پھر حجاج نے پوچھا کہ تقویٰ ان میں سے کس کا زیادہ تھا۔ فرمایا کہ غیب کا علم اللہ کے پاس ہے۔ حجاج نے حکم دیا کہ بہت سے جواہرات سعید کے قریب بکھیر دو۔ اور مذاق کے طور پہ اُن سے کہا کہ اگر تو اس قدر جواہرات اپنے پاس رکھتا ہوتا۔ تو دنیا کی مشکلات ان کے ذریعے سے اپنے سے دور کر دیتا۔ اور آخرت کے لئے انہیں اپنا فدیہ بنا لیتا۔ اگر اہلِ جہنم ہوتا تو ان کے واسطے سے خود کو اہلِ بہشت میں شمار کر سکتا تھا۔ سعید نے فرمایا کہ دنیا کے مال جمع کرنے میں خوبی نہیں ہے۔ مگر سوائے اس کے جو حلال طریقہ سے جمع کیا جائے۔ اور اُس مال سے زکوٰۃ نکالی جائے۔ حجاج نے پوچھا کہ جواہرات کی چمک نے تمہیں ہنستے کیوں نہیں دیا۔ فرمایا کہ وہ آدمی جو خاک سے پیدا کیا گیا اور دوبارہ پھر خاک ہو جائے گا۔ کس طرح ہنس سکتا ہے۔ حجاج نے کہا۔ کہ ہم کس لئے ہنس رہے ہیں۔ فرمایا کہ تمام آدمی برابر نہیں ہیں۔ بعض بشاد و خندان

رہتے ہیں اور بعض غمگیں اور گریاں ہوتے ہیں۔ حجاج نے کہا۔ گانے والے بلائے جائیں۔ تو وہ آگئے اور جناب سعید کے سامنے گانا بجانا۔ ناچنا اور غنا کرنا شروع کر دیا۔ جس پر جناب سعید نے رو دیا۔ حجاج نے کہا۔ کہ تم پر افسوس ہے۔ کہ تو کیوں روتا ہے فرمایا وَیل اُس کنوئیں کا نام ہے جو جہنم کے اندر ہے۔ اور جس کا عذاب بہت سخت ہے۔ جہاں گنہگار رہوں گے۔ حجاج نے کہا کہ تو کس طریقے سے رغبت رکھتا ہے۔ جس سے تم کو قتل کراؤں۔ فرمایا جس طرح تو چاہتا ہے۔ مجھے قتل کر۔ بس قیامت کے دن اُسی طریقے کا تم سے قصاص لوں گا۔ حجاج نے کہا کہ انہیں قتل کیا جائے۔ اس حکم کو سُنکر سعید نے ہنسنا شروع کر دیا۔ حجاج نے کہا کہ میں نے سُنا ہے۔ کہ تو چالیس سال سے کبھی نہیں ہنسا۔ اب جبکہ میں نے تمہیں قتل کا حکم دیا ہے تو ہنسنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ دو چیزوں نے مجھے ہنسایا ایک چیز تو تیری غفلت و نادانی کی کہ تو کب تک اس دُنیا میں باقی رہے گا۔ اور لوگوں کا خون بہاتا رہے گا۔ کیا تمہیں اس بات کی فکر نہیں ہے کہ ایک دن تو نے اس دُنیا سے اُٹھ جانا ہے اور خاک کے نیچے اکیلا سونا ہے۔ اور اللہ تعالٰے

کو جواب دینا ہے۔ کہ کس لئے بغیر قصور اللہ تعالٰی کے بندوں کا خون بہایا ہے۔ اور دوسرے اس چیز پر مجھے ہنسی آئی ہے۔ کہ ذاتِ احدیّت تم کو کب تک مہلت دے گی۔ کہ تو اس کے بندوں کا خون بہاتا رہے گا۔ اس ذاتِ حق کے اس حوصلے پر مجھے ہنسی آئی۔ حجاج نے کہا کہ وہ فرش لایا جائے (جو چمڑے سے تیار کیا جاتا تھا اور اس پر کسی کی گردن ماری جاتی تھی) اس کو یہاں بچھایا جائے۔ پس یہ بڑا فرش لا کر اس کے دربار میں بچھایا گیا۔ حکم دیا۔ کہ سعید کو اس پر بیٹھا کر میرے سامنے اس کی گردن اُڑائی جائے۔ تاکہ میرا یہ عمل اللہ کا زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرے۔ جناب سعید اُس فرش کے درمیان میں رو بقبلہ ہو کر بیٹھ گئے۔ اور یہ آیت پڑھی کہ جس کے معنی یہ ہیں۔ میں نے اُس ہستی کی طرف اپنا مُنہ کیا ہے جو آسمان و زمین کا خالق ہے۔ اور اس کے مقدرات کو تسلیم کرتا ہوں اور کسی کو اُس کے شریک ہونے کا قائل نہیں ہوں۔ حجاج نے کہا کہ اس کے رخ کو قبلہ سے موڑ دیا جائے اور سعید نے یہ آیہ پڑھی جس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرف بھی میرا مُنہ پھیرا دو گے۔ میرا خدا اُس طرف ہے۔ حجاج نے کہا کہ اُن کا مُنہ میری طرف کیا

جائے۔ تو جناب سعید نے یہ آیہ پڑھی۔ یعنی ہم نے تم کو زمین سے خلق کیا ہے۔ اور تمہیں خاک میں لوٹا دونگا پھر دوسری دفعہ میں تمہیں مٹی سے باہر نکالوں گا۔ پھر انہوں نے کلمۂ شہادت پڑھا۔ اس سے زیادہ جلاد نے انہیں مہلت نہ دی۔ اور اُن کا سَر پسِ گردن جُدا کر دیا۔ جب اُن کا سَر بدن سے جُدا ہوا تو کئی مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا۔ سعید ابن جبیر ماہِ شعبان ۹۵ھ میں اُنچاس سال کی عمر میں شہادت کے بلند مرتبہ پر فائز ہُوئے اور کوفہ میں دفن کیئے گئے۔

فضائلِ زید بن علیؑ بن الحُسینؑ

جناب زید کی والدہ ایک کنیز تھیں۔ جس کو جناب مختار نے تیس ہزار میں خریدی۔ جب اُس کا حُسن و جمال دیکھا تو کہا۔ کہ حضرت سجاد علیہ السلام کے سوا کوئی اتنا زائد اس کنیز کا سزاوار نہیں۔ سوائے اس کے کہ اُس پر تصرف حاصل کرے اس کو حضرت زین العابدین کے پاس بھیجدیا۔ اور اُس کنیز سے حضرت زید پیدا ہوئے۔ جناب زید کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ اُن میں سے چند ایک

یہ ہیں۔ (۱) ایک دن حضرت ختمی مرتبت نے حضرت حُسینؑ علیہ السّلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ اے حسینؑ تیری صلب سے ایک مرد جس کو زید کہا جائے گا۔ قیامت کے دن زید اور اُن کے اصحاب لوگوں کے کندھوں پر پاؤں رکھتے ہُوئے بغیر حساب بہشت میں داخل ہوں گے۔ جبکہ اُن کے وضو والے مقامات سے نور چمکتا ہوگا۔

(۲) حضرت امام رضا علیہ السّلام کے بھائی زید بن موسیٰ بن جعفر کو مامون کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرا بھائی ان تقصیروں کا مرتکب ہوا۔ کہ اُس نے تمام بنی عباس کے گھروں کو نذر آتش کیا اور اہل بصرہ کے نخلستانوں کو بھی جس کی وجہ سے زید النار مشہور ہُوا زید بن علیؑ بن الحسینؑ کے ساتھ اُس کا قیاس نہ کریں۔ کیونکہ زید بن علی بن الحسینؑ وہ خدا کے لئے راہِ حق پر تھا۔ اور میرے بھائی زید کا عمل نفسانی خواہشات پر مبنی تھا۔

۳۔ زید کو قرآن کا حلیف کہتے تھے۔ کیونکہ جس وقت گھر میں بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کرتا تھا تو خوف خدا سے اُن کے آنسو اُن کی ڈاڑھی سے ٹپکتے رہتے تھے۔

۴۔ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کو اُن کی شہادت کی خبر پہنچی۔ تو اُنہوں نے بہت گریہ کیا۔ اور فرمایا کہ میں اپنے چچا زید

کا اجر خدا سے طلب کرتا ہوں - وہ میرے نیک چچا تھے - میں دنیا و آخرت میں خدا کی قسم اپنے چچا اور اُن کے اصحاب کی راہ اختیار کروں گا- وہ راہ جو حضرت علی علیہ السّلام اور اُن کے اصحاب نے اختیار کی اور دین کی راہ میں شہید ہو گئے -

۵ - حدیث میں وارد ہے - کہ حضرت سجاد علیہ السّلام کی اولاد میں حضرت امام محمد باقرؑ کے بعد کوئی بھی فضل - زہد - سخاوت - شجاعت اور عبادت میں جناب زید کے مقام کو نہیں پہنچا - انہوں نے حضرت حُسین علیہ السّلام کے خون کا مطالبہ کیا - اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے معاملہ میں بے حد سعی اور کوشش کی - یہاں تک کہ حق کی راہ میں شہید ہو گئے -

کوفہ میں شہادت جناب زید

جب جناب زید خالد بن عبداللہ حاکم مدینہ کی سختیوں کا متحمل نہ ہو سکے تو وہ شام کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ اس کی شکایت ہشام بن عبدالملک خلیفۂ وقت سے کریں - لیکن جب شام میں پہنچے تو ہشام سے ملنے کی اجازت چاہی - مگر اِس ملعون نے جناب زید

کو ملنے کی اجازت نہ دی۔ جس کے بعد انہوں نے اپنے مطالب کو کاغذ پہ لکھ کر ہشام کے پاس بھیجا۔ ہشام نے لکھا۔ کہ اپنے وطن مدینہ کی طرف واپس چلے جاؤ۔ زید نے اُس کو پیغام بھجوایا۔ اور کہا کہ خدا کی قسم تمہارے حاکم مدینہ کے پاس نہیں جاؤں گا۔

بالآخر ہشام نے ملنے کی اجازت دی۔ جب وہ دربار میں داخل ہوئے تو انہیں کوئی جگہ دربار میں نہ دی جہاں وہ بیٹھتے۔ لہٰذا وہ نعل بندوں کی صف میں نیچے بیٹھ گئے۔ اور ہشام کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ کہ تقویٰ کے بغیر کوئی بڑا نہیں ہو سکتا۔ اور جو بڑا ہو جاتا ہے۔ اُس کا تقویٰ بھی بڑا ہونا چاہیئے۔ اے ہشام میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ ہشام نے نہایت بے پرواہی سے کہا۔ کہ مجھے خبر ملی ہے۔ کہ تو اپنے سر میں خلافت کی ہوا رکھتا ہے۔ ایک کنیز کے بیٹے کو خلافت سے کیا کام ہے۔ جناب زید نے فرمایا۔ مقام خلافت مقام نبوت سے بلند تر نہیں ہے۔ خداوند نے حضرت اسماعیل کو جو کنیز کا لڑکا تھا۔ مقام پیغمبری کے لئے منتخب فرمایا تھا اور اُن کی نسل سے ہمارے جدّ پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ پیدا ہوئے۔ ہشام غصے میں بھڑک اُٹھا اور حکم دیا کہ زید کو دربار سے باہر نکال دیا جائے۔ اور حدود شام

سے انہیں خارج کردیں۔ جب انہوں نے چاہا کہ جناب زید کو دربار سے نکالیں۔ تو انہوں نے ہشام کو مخاطب کرکے کہا۔ کہ جو جماعت تلوار سے ڈر گئی۔ وہ ذلیل ہوگئی۔ ہشام نے کہا کہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں۔ کہ یہ خاندان ختم ہوجائے گا۔ خدا کی قسم وہ قوم جن میں زید کی مانند افراد موجود ہوں گے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوگی۔ پھر ہشام کے حکم سے جناب زید کو شام کی حدود سے باہر نکال دیا گیا۔ جناب زید نے کوفہ کی طرف جانے والی راہ اختیار کی۔ جب وہ کوفہ میں پہنچے تو کوفہ کے بڑے آدمی اُن سے ملنے کے لئے آئے۔ اور کافی جمعیت آپ کے پاس آنے جانے لگی۔ یہاں تک کہ یوسف بن عمرو ثقفی جس کی کوفہ پر حکومت تھی۔ زید کے گرد لوگوں کے اجتماع سے ڈر گیا اور زید سے تقاضا کیا۔ کہ وہ کوفہ میں نہ رہیں۔ چنانچہ وہ کوفہ سے قادسیہ کی طرف کوفہ سے ملحق بستیوں میں سے ایک بستی کی طرف چلے گئے۔ لیکن کوفہ کے لوگ اور شیعہ ہر طرف سے آپ کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ایک لاکھ کے قریب جمعیت کوفہ کے گرد و نواح سے اُن کے پاس جمع ہوگئی۔ اور بصرہ۔ خراسان اور دوسرے تمام شہروں سے اُن کی ہمراہی اختیار کرنے کے خطوط آنا شروع ہوگئے۔

ن تک کچھ مدت کے بعد کوفہ کے پندرہ ہزار لوگوں کی جمیعت
نے انہیں خروج کرنے کا تقاضا کیا اور کہا کہ ہم اپنے مال و
ن کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ اُس وقت سے پہلے
حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا خاندان گرفتار ہو جائے
حاب زید نے فرمایا۔ کہ اس سے پہلے تم کوفہ والے اپنے وعدہ
ور بیعت میں ثابت قدم نہیں رہے تھے۔ میں خوف
کھاتا ہوں کہ میرے ساتھ تمہاری بیعت ویسی نہ ہو۔
تو ہمارے پہلوں کے ساتھ تم نے کی تھی اہل کوفہ نے
وثوق اور پختہ وعدے اُن کے ساتھ کئے کہ آپ
کی ہمراہی میں ہم ہرگز کوتاہی نہیں کریں گے۔ اس لئے جناب
زید آٹھ ماہ تک کوفہ کی حدود میں رہے۔ اور اپنے دوستوں
کو اکٹھا کیا کہ وہ ماہِ صفر کے پہلے بدھ کو خروج کریں گے۔
یک منافق اس معاملہ سے واقف تھا۔ اُس نے یوسف ابن عمر
وحاکم کوفہ کو خبر دی۔ یوسف نے فوج کا ایک دستہ بھیجا تاکہ
وہ اُس گھر کا جس کے متعلق بتایا گیا تھا۔ کہ جناب زید وہاں
موجود ہیں کا محاصرہ کرلیں۔ لیکن جناب زید کو اُس گھر میں نہ
پایا۔ تو اس گھر کے دونوں مالکوں کو یوسف کے پاس لے آئے۔

اُس ملعون نے اُن سے جناب زید کے متعلق پوچھنے کے بعد حکم دیا کہ اُن دونوں کے سر کاٹ دیئے جائیں۔ جب اُن دو آدمیوں کے قتل ہونے کی خبر جناب زید کو ملی۔ تو اُن کے لیئے زیادہ دیر کرنے کی گنجائش نہ رہی تو انہوں نے کوفہ والوں کو حکم دیا۔ کہ اے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآ کی اُمت ہماری نصرت کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ۔ جب یہ اعلان یوسف بن عمرو کے کانوں تک پہنچا۔ کہ جناب زید خروج کرنے والے ہیں۔ اس نے حکم جاری کیا کہ لوگ مسجد کوفہ میں حاضر ہوں۔ جب لوگوں کے اجتماع کو دیکھا۔ تو کہا جو شخص زید کی امداد کرے گا یا اُس کو اپنے گھر میں ٹھہرائیگا۔ اُس شخص کا مال اور خون ہمارے لئے مباح ہوگا۔ لہٰذا وہ بہت سے آدمی جنہوں نے جناب زید کے ساتھ خروج کرنے کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ اُن سے دور ہو گئے۔ پھر اُن کے پاس جمع نہ ہوئے۔ جب صبح کو جناب زید کے خروج کا دن آپہنچا تو دو سو اٹھارہ آدمی سے زیادہ اُن کے گرد نہ رہے۔ پس یہ دیکھ کر جناب زید نے کہا۔ کہ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے میرے ہمراہ رہنے کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ انہیں بتایا گیا کہ

مسجد اعظم کوفہ میں قید کر لئے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنے وعدہ سے منحرف ہو گئے ہیں۔ اس لئے جناب زید نے اُن آدمیوں کے ساتھ جو اُن کے گرد باقی رہ گئے تھے۔ یوسف بن عمرو کے لشکر پہ حملہ کر دیا اور اُن میں سے بہت مارے گئے۔ اور اُس دن سورج غروب ہونے تک جنگ میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ گرد و نواح سے آکر لوگ اُن میں شامل ہو گئے۔ اور اُن کی امداد کرنے والوں کی تعداد پانچ سو آدمیوں تک پہنچی لیکن مخالفوں کی جمعیت اور یوسف بن عمرو کے لشکر کی تعداد بارہ ہزار آدمیوں سے زیادہ تھی۔ شام کا ایک آدمی ایک بلند جگہ پر چڑھ گیا۔ اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ اور ناسزا باتیں اُن کے حق میں کہیں۔ جب انہوں نے اُس کی ہرزہ سرائی سُنی تو اس قدر گریہ کیا۔ کہ آنکھوں سے جاری ہونے والے آنسوؤں سے اُن کی ڈاڑھی تر ہو گئی۔ اور فرمایا۔ کہ یہاں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو حضرت فاطمہؑ بنتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے واسطے غضب میں آئے۔ آیا کوئی بھی ایسا مسلمان نہیں جو پیغمبرِ خدا کی خاطر غضبناک ہو۔ یا کوئی ایسا

نہیں جو خدا کے لئے غضب اختیار کرے۔ اور اس آدمی کو قتل کر دے۔ ایک آدمی سعید نامی نے جو جناب زید کے مددگاروں میں سے تھا عرض کیا کہ اے فرزند رسول آپ گریہ نہ کریں۔ میں اس کو اس کے عمل کی سزا تک پہنچاتا ہوں۔ خواہ میں خود کیوں نہ قتل ہو جاؤں۔ وہ مرد شامی کی تاک میں تھا۔ جب موقعہ ملا تو پیچھے سے اُس کی گردن پر تلوار کا ایسا وار کیا۔ کہ اُس کا نجس سر اُس کے بدن سے دور جا گرا۔ اور اس کو اس طرح زید کے لشکر نے یوسف کے لشکر کے پنجے سے اُسے نجات دلائی۔ اور اُسے جناب زید کے پاس لائے۔ آپ نے اُس سے فرمایا۔ کہ خدا کی قسم تو نے ہمارے خون کا مطالبہ کیا۔ اور تو نے دنیا و آخرت کا شرف اور ان کی زینتوں کو پا لیا رات کو دونوں لشکروں نے آرام کیا۔ صبح ہوتے ہی جنگ کا تنور پھر بھڑک اٹھا۔ صبح سے شام تک دونوں لشکر جنگ میں مشغول رہے۔ اور دونوں طرف سے کافی خون زمین پر بہایا گیا۔ یہاں تک کہ رات کی پہلی سیاہی چھا جانے پر یوسف بن عمرو نے حکم دیا کہ زید اور اُن کے اصحاب پر تیر باراں کریں۔ اس اثناء

میں ایک تیر جناب زید کی پیشانی پر آلگا۔ جس سے آپ کی پیشانی پھوٹ گئی۔ اور بہت بے تاب ہو گئے۔ اور وہ واپس لوٹے اور جنگ ختم ہو گئی۔ عمرو کے لشکر نے خیال کیا۔ کہ رات چھا جانے کی وجہ سے جنگ کا وقفہ ہو گیا۔ لیکن جب جناب زید کو مکان میں لایا گیا۔ تو درد کی شدت سے وہ سخت بے آرام تھے جتنی بھی کوشش کی گئی۔ کہ تیر اُن کی پیشانی سے نکالا جائے۔ مگر یہ ممکن نہ ہوا۔ یہاں تک کہ سفیان نامی جراح کو لایا گیا۔ جراح نے دیکھ کر کہا کہ تیر مغز میں دھنس چکا ہے۔ اگر میں نے اس کو کھینچا۔ تو جناب زید جان دے دیں گے۔ اگر اُس کو اسی طرح رہنے دیا جائے تو پھر بھی وہ ان کو تلف کر دیگا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس درد کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس لئے تیر کسی نہ کسی طریقے سے باہر کھینچا جائے۔ لہٰذا تیر کو نہایت سختی کے ساتھ پیشانی سے کھینچا گیا تو اُسی گھڑی انہوں نے جان دے دی۔ اُن کے ساتھی اس فکر میں پڑ گئے کہ جناب زید کو کہاں دفن کیا جائے۔ تاکہ اُن کی قبر سالم رہ سکے۔ بعض نے کہا کہ ان کا سر بدن سے کاٹ کر ان کو مقتولین میں

لٹا دیں۔ تاکہ کوئی اُن کو پہچان نہ سکے۔ اور وہ مقتولین کے ساتھ دفن ہو جائیں۔ اُن کے بڑے لڑکے یحییٰ بن زید نے فرمایا۔ کہ میں اس بات پر ہرگز راضی نہیں ہوں گا۔ کہ اُن کا سر بدن سے جُدا کیا جائے۔ لہٰذا اس بات پر فیصلہ ہوا۔ کہ جو ہڑ جو پانی سے بھرا ہوا ہے اُس کا پانی نکال کر اُس کے درمیان جناب زید کی قبر کھودی جائے۔ اور انہیں اُس جوہڑ کے درمیان دفن کیا جائے پانی اُس قبر پر رواں کر دیا جائے۔ لیکن جب صبح ہوئی۔ تو ایک شخص جس کا نام حکم بن صلت تھا۔ اُس رات وہاں کے حدود میں اپنی کھیتی کو پانی دے رہا تھا۔ اُس نے یوسف بن عمرو کو خبر دی کہ جناب زید شہید ہو گئے ہیں۔ اور فلاں موقعہ پہ اُن کو دفن کیا گیا ہے۔ لہٰذا یوسف ملعون نے اپنے آدمیوں کو بھیج کر قبر کو کھدوایا۔ اور اُس بزرگوار کا سر بدن سے کاٹ کر شام میں ہشام بن عبدالملک ملعون کے پاس بھیجا اور اُس مظلوم کے بدن کو کوفہ کے کوڑا کرکٹ کے مقام پہ عریاں اور ننگا سولی پر لٹکا دیا۔ ساڑھے چار سال تک اُن کا بدن شریف سُولی پر لٹکتا رہا۔ لیکن کوئی بھی اُن کے مقامات ستر کو نہ دیکھ سکا۔ کیونکہ خدا نے مکڑی کو حکم دیا۔ کہ جناب زید کے ستر پہ جالا تن دے۔ تاکہ اُسے کوئی نہ دیکھ سکے۔ جب خلافت ولید بن یزید ملعون

تک پہنچی۔ تو یوسف بن عمرو کو خط لکھا۔ کہ جناب زید کو سولی پر ہی
آگ لگا دی جائے۔ اور اُس کی راکھ دریا فرات میں ڈالی جائے۔
چنانچہ جناب زید کو سولی پر آگ لگا دی اور اُس کی راکھ فرات میں ڈال
دی گئی۔ جریر ابن حازم سے منقول ہے۔ اُس نے کہا کہ میں نے
حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ کو خواب میں دیکھا کہ جہاں جناب
زید کو سولی دی گئی تھی۔ وہاں تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ اور
لوگوں سے فرما رہے تھے۔ کہ کیا یہی سلوک میرے بیٹے سے تم نے
کیا۔ جناب زید جمعہ کے دن اوّل ماہ صفر سنہ ۱۲۱ھ میں بیالیس سال
عمر میں شہید ہوئے اور آن کا بدن کوفہ میں دار پر کھینچا گیا۔

حالات یحییٰ بن زید علیہ الرحمتہ

یحییٰ بن زید بن علی بن الحسین علیہ السلام اَجلہٗ سادات میں سے تھے
اور ان ہی کے توسط سے صحیفہ سجادیہ جیسا کہ روایات میں زبور اہلبیت
کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہم تک پہنچا۔ چنانچہ متوکل بن ہارون
سے منقول ہے کہ خراسان کے نواح میں جناب یحییٰ بن زید پہنچے۔
انہوں نے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ کہ میں حج

سے واپس آرہا ہوں۔ فرمایا کہ کیا تو نے مدینہ میں میرے چچا حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے ملاقات کی۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ پھر فرمایا کہ کیا انہوں نے میرے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ عرض کیا کیوں نہیں انہوں نے چند باتیں بیان فرمائیں تھیں۔ مگر میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ کہ وہ آپ سے بیان کرکے آپ کا دل رنجید کروں۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تو نے سُنا ہے کہدے۔ کیونکہ مجھے اپنی موت سے کچھ خوف نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپکے چچا نے فرمایا تھا۔ تو قتل کیا جائیگا اور دار پہ لٹکایا جائیگا۔ یحییٰ نے فرمایا کہ پھر تو میرے پاس وہ ایک دُعا ہے جو میرے باپ نے اپنے باپ علی ابن الحُسین علیہ السلام سے لی تھی اور بطور امانت میرے حوالہ فرمائی۔ چاہیئے کہ تو اس کو قبول کر۔ اور وہ میرے چچا حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام کی خدمت میں مدینہ میں پہنچا دینا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے سُن لیا اور اطاعت کروں گا۔ پھر جناب یحییٰ نے صندوق طلب کیا اور اس کے قُفل کو بوسہ دیا۔ روئے۔ اور صندوق کو کھولا۔ اُس سے صحیفۂ سجادیہ نکال کر اپنی آنکھوں پہ رکھا۔ اور اس کو اپنے مُنہ پہ مُلا۔ گریہ کیا اور فرمایا۔ اگر یہ خبر میرے چچا حضرت جعفر ابن محمد علیہ السلام نے تم کو نہ دی ہوتی۔

تو یہ صحیفہ میں تم کو ہرگز نہ دیتا۔ لیکن میں اس میں یقین رکھتا ہوں۔ جو کچھ آنجناب نے تم سے فرمایا۔ وہ ضرور واقع ہوگا۔ کیونکہ میرے باپ کو بھی اُن کی شہادت اور دار پہ لٹکائے جانے کی خبر دی تھی اور وہ ویسے ہی ہوا۔ جیسا کہ فرمایا گیا تھا۔ اس لئے یہ کتاب میں تمہارے سپرد کرتا ہوں اور اس کو یاد کرلے پھر اس کے بعد جب تو مدینہ میں میرے چچا کی خدمت میں پہنچے تو اس کو میرے چچا کے دو بیٹوں محمد و ابراہیم کی تحویل میں دینا اور انہیں سفارش کرنا کہ اس کی اچھی طرح حفاظت کریں۔ تا کہ یہ بہت بڑی امانت ہمارے پاس سے گم نہ ہو جائے۔

شہادت یحیٰی ابن زید (رح) کی کیفیت

یحیٰی بن زید نے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔ کہ جب اپنے باپ زید کو ان کی شہادت کے بعد انہیں آدھی رات کو سپردِ خاک کیا۔ اسی رات کوفہ سے فرار کیا اور ہزاروں تکلیفوں کے بعد خراسان میں وارد ہوئے۔ جب ہشام بن عبدالملک فوت ہو گیا۔ اور ولید بن یزید بن عبدالملک ملعون نے خلافت کو غصب کیا۔ اُس نے اپنے مقرر کرد

حاکم خراسان نصر بن سیار کو لکھا۔ کہ میں نے سُنا ہے۔ کہ یحییٰ بن زید خراسان کے گرد و نواح میں موجود ہے۔ جس طرح بھی ہو سکے اُس کو پکڑ کر میرے پاس شام میں بھیجدے۔ جب نصر بن سیار کو ولید کا خط ملا تو اُس سے جس طرح بھی ہو سکا۔ یحییٰ بن زید کو گرفتار کر لیا۔ اور انہیں قید خانہ میں ڈال دیا۔ اور زنجیروں سے جکڑ دیا۔ اُن کی گرفتاری کی خبر ولید کو بھیجی۔ اور ان کے متعلق جو بھی تکلیف انہیں دی جائے ولید سے دریافت کرائی۔ ولید نے اُس کے جواب میں لکھا کہ یحییٰ کو میری سلطنت کی عظمت و اقتدار اور لوگوں میں اختلاف پھیلانے کے نتیجہ سے ڈرا۔ اور اُس کو قید سے رہا کر دے۔ چنانچہ نصر نے یحییٰ کو زندان سے رہا کر دیا۔ اور انہیں دو گھوڑے اور بارہ ہزار درہم بطور زادِ راہ دیا۔ اور کہا کہ میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں۔ کہ بھلائی اس میں ہے کہ آپ ولید کے پاس شام میں چلے جائیں اور اُس سے ملاقات کریں۔ وہ آپ پر بے حد مہربان ہوگا۔ اور کوئی بھی تکلیف آپ کو نہیں پہنچائے گا۔ جب شیعوں اور ان کے محبوں کو اُن کی رہائی کی خبر ملی۔ تو وہ اُس لوہار کے پاس آئے جس نے جناب یحییٰ کے زنجیر اتار کر اپنے پاس رکھے ہوئے تھے۔

اُس سے اس بات کا اظہار کیا کہ وہ زنجیر ان کے پاس بیچ دے چونکہ زنجیر کے خرید نے میں شیعہ ایک دُوسرے سے جھگڑ رہے تھے۔ اس لئے لوہار نے اُس زنجیر کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہر ٹکڑے کو نگینہ کے برابر کاٹ دیا۔ اور جناب یحییٰ کے شیعوں نے اُن ٹکڑوں کو بھاری قیمت میں خرید کر کے اپنی انگوٹھیوں میں جڑوا لیا۔ وہاں کے لوگ اس کثرت سے جناب یحییٰ سے عقیدت رکھتے تھے۔ کہ اُس سال کے دوران میں جو بھی خراسان کے گرد و نواح میں پیدا ہوا۔ اُس کا نام یحییٰ رکھا گیا۔ اور جناب یحییٰ اپنی رہائی کے بعد شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ جوزجان پہنچے۔ وہاں اور طالقان کے لوگوں نے جناب یحییٰ کی بیعت کی اور اس بات کا اظہار کیا۔ کہ آپ کے رہ میں ہم اپنے مال و جان سے دریغ نہیں کریں گے۔ اور آپ کو چاہئے کہ آپ اپنے باپ کے خون کا مطالبہ کریں۔ جب یہ خبر نصر بن سیار کو پہنچی۔ کہ کافی لوگوں کی جمعیت جناب یحییٰ کے گرد جمع ہو چکی ہے۔ نصر نے آٹھ ہزار آدمی سالم بن احوز کی سرکردگی میں جناب یحییٰ سے جنگ کرنے کے لئے بھیجے۔ جب وہ لشکر ایک دوسرے کے سامنے ہوئے تو تین دنوں کے اندر جنگ کی صورت نمودار ہو گئی۔ یہاں تک کہ آخر الامر جناب یحییٰ کے لشکر کو شکست ہو گئی۔

اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اثنائے جنگ میں ایک تیر جناب یحیٰی کی پیشانی پر لگا اور وہ مُنہ کے بل گھوڑے سے زمین پر گرے۔ فوراً اُن کا سر بدن سے جُدا کیا گیا اور اُن کے نازنین بدن کو ننگا کر کے سولی پر لٹکا دیا۔ یہاں تک کہ ابومسلم خراسانی نے اُن کے بدن کو دار سے اتارا اور اُن کو گنبد قابوس کے نزدیک استر آباد اور جیحوں کے درمیان دفن کر دیا۔ علاؤ الدولہ نے ناصر الدین شاہ کے عہد میں گنبد اور عظیم بارگاہ اُن کی قبر پر بنا دیئے۔ لیکن جناب یحیٰی کا سر جو بدن سے جُدا کر لیا گیا تھا۔ خراسان میں نصر بن سیار کے پاس لے جایا گیا۔ اور اُس نے وہ سر شام میں ولید کے پاس بھیج دیا۔ اور اُس ملعون نے وہ سر مدینہ میں اُن کی ماں رتیہ کے پاس بھیج دیا۔ جو چار سال سے اپنے اٹھارہ سالہ بیٹے کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس کے دامن میں ڈال دیا۔ جب رتیہ کی نظر اپنے جوان بیٹے کے سر پر پڑی۔ تو اُس کے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ جناب یحیٰی ابن زید جمعہ کے دن عصر کے وقت ۱۲۵ھ میں اٹھارہ سال کی عمر میں جوزجان میں شہید اور گنبد قابوس کے نزدیک سپردِ خاک ہوئے۔

شہادت عبداللہ محض

عبداللہ بن الحسن المجتبیٰ علیہ السلام سادات حسنی میں سے تھے۔ جن کا نسب دو واسطوں سے حضرت مجتبیٰ علیہ السلام پر منتہیٰ ہوتا ہے۔ آپ مرد بزرگوار اور بافضیلت تھے۔ اُن کے دو بیٹے ابراہیم و محمد منصور علیہ اللعنت کے مظالم اور سختیوں کی وجہ سے مدینہ سے بھاگ گئے تھے۔ اس لئے منصور نے اپنے حاکم ماتحت کو مدینہ میں لکھا۔ کہ عبداللہ محض کو پکڑ کر قید میں ڈال دیا جائے۔ یہاں تک وہ اپنے بیٹوں کو پیش نہ کریں۔ اور انہیں تین سال تک قید میں رکھا گیا۔ چوتھے سال منصور حج کے لئے مکہ معظمہ گیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر مدینہ میں نہ گیا۔ بلکہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ربذہ میں اُتر گیا۔ اور حکم دیا کہ سادات حسنی جو مدینہ میں قید ہیں۔ انہیں مدینہ سے ربذہ میں میرے پاس لایا جائے۔ اس لئے بیس سید اولاد پیغمبر ہیں سے جو قید تھے انہیں زنجیروں میں جکڑ کر ایک جمعیت کی شکل میں مدینہ سے ربذہ کی طرف لے جایا گیا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جب اپنے مکان کے جھروکے سے انہیں اس

حال میں دیکھا تو اُن کے آنسو ریش مقدس سے ٹپکنے لگے - اور فرمایا کہ انصار نے جو اولادِ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہٖ سے حمایت کا وعدہ کیا تھا۔ اُس کو وفا نہ کیا - آپ نے انصار کی جماعت پر نفرین کی - اور سادات کی اس مصیبت کو دیکھ کر آپ نے بیس دن تک گریہ کیا - جس کے باعث آپ کو تپ عارض ہو گیا - جب اُن حسنی سادات کو مدینہ سے ربذہ میں لایا گیا - منصور نے حکم دیا کہ ان کو دھوپ میں کھڑا کر دیا جائے - کچھ عرصہ کے بعد منصور کا بھیجا ہوا آدمی آیا اور اُس نے پوچھا کہ تم میں سے محمد دیباج کون ہے - محمد دیباج جو ماں کی طرف سے عبداللہ محض کا بھائی تھا - اُس کو دکھایا گیا - اور اُسے منصور کے پاس لائے - کچھ دیر نہ گذری تھی کہ تازیانوں کی آواز بلند ہوئی - جو محمد دیباج کے بدن پر مارے جا رہے تھے - اور یہ سزا اس لئے دی جا رہی تھی - کہ اُس سے پوچھا جائے کہ اس کے بھائی کے لڑکے محمد اور ابراہیم کہاں ہیں - اُس نے کہا کہ خدا گواہ ہے کہ میں تین سال سے قید میں ہوں - اور میں کوئی بھی خبر اُن کے متعلق نہیں رکھتا - اس کے بعد جبکہ چار سو تازیانے محمد کے بدن پر مارے جا چکے - اور اُس سے خون جاری تھا - اس کے بعد منصور نے حکم دیا - کہ

اونی کپڑا لاکر محمد کے زخمی بدن پر پہنایا جائے۔ جس سے اُس کے بدن کی کھال کا کچھ حصہ اُدھڑ گیا۔ اور اُن کے نازک بدن کی صورت جو چاندی کی مانند سفیدی سے چمکتی تھی۔ تازیانوں کی چوٹوں سے تارکول کی مانند سیاہ پڑ گئی۔ اور اُس کی آنکھ کا ایک ڈھیلا باہر نکل کر زمین پر گر پڑا تھا۔ پس اُس کو اس حال میں لایا گیا۔ اور اُس کو اس کے بھائی عبداللہ محض کے پاس بٹھا دیا گیا۔ محمد پیاس کی شدت سے چلا رہا تھا مگر کسی نے اُس کو پانی نہ دیا۔ یہاں تک اس کے بھائی عبداللہ نے کہا۔ کہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو میرے بھائی کو جو کہ حضرت پیغمبر اکرمؐ کی اولاد ہے۔ پانی دے۔ جناب عبداللہ اپنے بھائی محمد سے بہت پیار کرتے تھے۔ جب اُن کی اپنے بھائی کی پیٹھ پر نظر پڑی تو دیکھا کہ محمد کا کُرتہ زخموں کی کثرت سے اس کی پیٹھ سے چمٹا ہوا ہے۔ اور وہ خون سے لتھڑا ہوا کپڑا دکھائی دیتا تھا۔ اُس کے بعد منصور کے حکم سے ان سب افراد سادات کو زنجیروں میں جکڑ کر کوفہ کی طرف روانہ کیا گیا۔ اور منصور خود عماری میں بیٹھا ہُوا تھا۔ جس کے آگے ریشمی کپڑے کے پردے پڑے ہوئے تھے نیز اُس نے حکم دیا۔ کہ محمد کا اونٹ جناب عبداللہ کے آگے چلا

جائے۔ تاکہ اُن کی نظر اپنے بھائی کے زخمی بدن پر پڑتی رہے۔ اور اُسے دیکھ کر اُن کے دکھ میں اضافہ ہو۔ جب اُن کو کوفہ میں پہنچایا گیا۔ تو منصور نے حکم دیا۔ کہ اُن کو ایسے قیدخانہ میں بند کیا جائے۔ جس میں اندھیرے کی وجہ سے دن اور رات کا فرق دکھائی نہ دے۔ نیز حکم دیا کہ ان کو زنجیروں سے باندھ کر رکھا جائے۔ یہاں تک کہ قضائے حاجت کے لئے بھی زنجیر نہ کھولے جائیں۔ اور جب کوئی قیدی اُن زنجیروں میں جکڑا ہوا مر جائے۔ تو اس کے بدن کو وہاں سے اٹھایا نہ جائے اور نہ اُس کے زنجیر اتارے جائیں۔ تاکہ اس کے ساتھیوں میں اُس کی بدبو پھیل جائے۔ پانی اور غذا کی بھی انہیں تنگی دی جائے۔ یہاں تک کہ اُن میں سے کسی ایک کو پیاس کی شدت نے تنگ کیا تو بہت منت و سماجت کے بعد ایک پانی کا پیالہ جناب عبداللہؓ کے ہاتھ میں دیا گیا۔ چونکہ وہ خود بے حد پیاسے تھے۔ چاہا کہ اس میں سے کچھ پانی وہ پی لیں۔ اس اثناء میں قیدخانہ کا داروغہ پہنچا۔ تو اس نے پیالے کو پاؤں کی ایسی ٹھوکر ماری جس سے پیالہ ٹوٹ گیا۔ اور اُس کا سارا پانی بہہ گیا۔ اور اُس پیالہ کی جناب عبداللہؓ محض کو ایسی چوٹ لگی کہ آپ

کے سامنے کے کئی ایک دانت ٹوٹ کر گر پڑے۔ چونکہ قید خانہ بہت تاریک تھا۔ جناب عبداللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ کہ نماز کے لئے تیار رہو جاؤ۔ کیونکہ تاریکی کی وجہ سے نماز کے وقت کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ انہوں نے کہا۔ اس لئے آپ جس وقت نماز کا حکم دیں گے۔ ہم پڑھ لیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں گرفتار نہیں ہوا تھا۔ تو اُس وقت جب میں قرآن کریم کا پانچواں حصہ پڑھ لیتا تھا۔ تو نماز کا وقت وارد ہو جاتا تھا۔ مثلاً اگر صبح کی نماز کے بعد میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا۔ جب قرآن کا پانچواں حصہ میں نے پڑھ لیا تو ظہر کا وقت داخل ہو گیا تھا۔ چونکہ ہم حافظ قرآن ہیں۔ اس لئے ہم اس ترتیب سے قرآن پڑھنا شروع کر دیں۔ قرآن کے ہر پانچواں حصہ ختم کرنے کے بعد ایک فریضہ نماز کا ادا کریں۔ اور وہ سب جب کچھ مدت تک زندان میں بند رہے۔ تو منصور نے حکم دیا۔ کہ جناب عبداللہ محض کے سامنے اُن کے بھائی محمد دیباج کا سر بدن سے جُدا کیا جائے۔ جناب عبداللہ محض کے بیٹوں کو جب اپنے باپ اور چچا کی گرفتاری کی خبر ہوئی۔ تو انہیں زیادہ تاخیر کرنے کی طاقت نہ رہی اس لئے انہوں نے خروج کیا۔

اور منصور کے لشکر کے ہاتھوں وہ دونوں مارے گئے۔ منصور کے حکم سے اُن کے سروں کو تمام کوفہ میں پھرایا گیا۔ اس کے بعد ابراہیم کا سَر قید خانہ میں اُن کے باپ جناب عبداللہ کے پاس لایا گیا۔ جب جناب عبداللہ کی نظر اپنے بیٹے کے سَر پر پڑی۔ جس کو دیکھ کر وہ بے حد روئے۔ اس کے بعد منصور نے حکم دیا۔ کہ جس زندان میں جناب عبداللہ محض اور ان کے باقی ساتھی قید میں تھے۔ اُس کو اِن قیدیوں کے سَروں پر گرا دیا جائے۔ اور وہ سب اسی طرح شہید ہوگئے۔ اُن کا قیدخانہ کوفہ کی ندی کے کنارے کے قریب آج تک موجود ہے۔ جہاں لوگ جاکر اس کی زیارت سے مستفیض ہوتے ہیں۔

شہیدِ فخ جناب حُسینؑ بن علیؑ کے فضائل

فخ ایک موضع کا نام ہے جو مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں جناب حسین بن علی بن حسن بن حسن المجتبیٰ علیہ السلام شہید ہوئے۔ جناب حسین شہید

فخ کے بہت سے فضائل ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔
(اول) ایک دن پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ کا گذر فخ سے ہوا۔ اور اُس زمین پر مشغولِ نماز ہوئے۔ نماز کی دوسری رکعت میں جب انہیں دیکھا گیا تو حضرت بہت زور سے گریہ فرما رہے تھے۔ اور اُن کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ نماز ختم ہونے کے بعد اُن کے اصحاب نے رونے کا سبب پوچھا۔ تو فرمایا۔ کہ جبرئیل مجھ پر نازل ہوا۔ اور خبر دی کہ اس زمین میں میری اولاد میں سے ایک آدمی کو یہاں شہید کیا جائیگا۔ اور خداوند اُن کو اور اُن کے ساتھیوں کو دو شہیدوں کا ثواب عنایت فرمائے گا۔
(دوم) نصر بن فرواش سے روایت ہے۔ اُس نے کہا۔ کہ ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ مکہ کی راہ پر چل رہے تھے۔ جب ہم فخ کی زمین پر پہنچے۔ حضرت نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ میں نے عرض کیا۔ کہ کیا یہ دو رکعت نماز مناسک حج کا ایک حصہ ہے۔ فرمایا نہیں۔ بلکہ یہاں ہمارے اہلبیت کا ایک آدمی شہید ہوگا۔ اُن کی اور اُن کے ساتھیوں کی روحیں اُن کے بدنوں سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گی۔

(سوم) آنجناب بہت سخی تھے۔ اور بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ چنانچہ ایک دن انہوں نے اپنا ایک باغ چالیس ہزار دینار میں فروخت کیا۔ وہ جب اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو وہاں بیٹھ گئے اور فقرا اُن کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ نے اپنی وہ تمام رقم فقیروں اور محتاجوں کو دے دی۔ اُس میں سے ایک درہم بھی اُن کے پاس باقی نہ رہا۔

(چہارم) ایک دن ایک سائل نے کوئی چیز اُن سے مانگی۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ جناب حسین جب گھر کے اندر داخل ہوئے کہ کوئی چیز سائل کو دوں۔ مگر گھر میں کوئی ایسی چیز اُن کو نہ ملی۔ آپنے اہلبیت سے فرمایا۔ کہ میرا لباس لائیں۔ جب آپ کے کپڑے لائے گئے تو وہ فقیر کو دیدئیے۔ اور فرمایا کہ اس کے بغیر میرے گھر میں اور کوئی چیز نہیں تھی۔ اور اس کے لئے اُس فقیر سے معذرت بھی کی۔

حسین ابن علی شہید فخ کی شہادت

جب ہادی خلفائے بنی عباس کا چوتھا خلیفہ تخت سلطنت پر بیٹھا

مدینہ کی حکومت عبدالعزیز کو دی جو عمرؔ خلیفہ دوم کے خاندان میں سے تھا۔ اور وہ علوی سادات پر بہت سخت گیری کرتا تھا۔ منجملہ اُن سختیوں کے ایک یہ بھی۔ کہ اُس نے حکم دے رکھا تھا۔ کہ اُن سادات کو روزانہ اُس کے پیش کیا جائے۔ تاکہ وہ کوئی کاروبار تجارت کا نہ کر سکیں۔ نیز اُن پر شراب خوری کی تہمت لگا کر اُن پر حدِ شراب جاری کرتا تھا۔ اور سَر اور پیروں سے ننگا کر کے گلیوں میں پھراتا تھا۔ یہاں تک کہ ایامِ حج کے قریب ستر آدمی شیعوں کے اطرافِ مدینہ سے جمع ہوئے۔ اور انہیں معلوم ہُوا۔ کہ مدینہ کے حاکم نے علوی سادات کو قید کر رکھا ہے۔ نماز کے وقت کے بغیر انہیں اجازت نہیں دیتا کہ وہ مسجد نبی میں یا کسی اور جگہ جائیں اور واپس آئیں۔ اور وہ ارادہ رکھتا ہے کہ اُن میں سے بعض کو کسی نہ کسی بہانہ سے قتل کر دے۔ لہذا رات کے وقت انہوں نے اتفاق کیا۔ اور تیس آدمی سادات علوی میں سے جو کہ آزاد تھے۔ انہیں خبر کی جب طلوع صبح کا اول وقت ہُوا اور مؤذن اذان دینے کے لیے گلدستۂ اذان پر چڑھے۔ کہ اذان دے۔ تو اتنے میں عبداللہ افطس تلوار کھینچے ہوئے گلدستۂ اذان پر پہنچے اور فرمایا۔ کہ تمہیں چاہیئے۔ کہ اذان صبح میں حی علی خیر العمل

کو کہہ ۔ ورنہ تمہاری گردن ماردوں گا ۔ موذن نے خوف کے مارے
حی علی خیر العمل کو پڑھا اور جب حاکم مدینہ نے اس کلمہ کو سُنا تو
اُس نے محسُوس کیا کہ مدینہ میں رہنا باعثِ خطرہ ہے ۔ لہٰذا کمال
پریشانی کی حالت میں گھوڑے پر سوار ہوُا اور مدینہ سے باہر
چلا گیا ۔ جناب حسین ابن علی نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی اور نماز
کے بعد منبر پہ بیٹھ گئے ۔ اور لوگوں کو جہاد کی رغبت دلائی ۔ تو
اس موقعہ پر تمام علوی سادات نے شرکت کی ۔ مگر حضرت موسیٰ
ابن جعفر علیہ السلام اور سادات میں سے ایک اور آدمی اُن میں
شامل نہ ہوئے ۔ مدینہ کو علوی سادات نے فتح کرلیا ۔ اور حج
کے ارادہ سے جناب حسین تین سو آدمیوں کے ساتھ روانہ
ہوئے ۔ اور جب اس واقعہ کی خبر عباسی خلیفہ ہادی کو پہنچی ۔ تو
محمد بن سلیمان کی سرکردگی میں ایک کافی لشکر علوی سادات کی
گرفتاری کے لئے مکہ معظمہ کی طرف چل پڑا ۔ یہاں تک کہ فخ
کے مقام پہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے ڈٹ گئے ۔
ترویہ کے دن جنگ شروع ہوگئی ۔ محمد بن سلیمان نے علویوں پہ
بھرپور حملہ کا حکم دیا ۔ ان کے لشکر کو شکست ہوئی ۔ اور وہ فخ
کی بستی میں داخل ہوئے ۔ پھر محمد بن سلیمان نے حکم دیا ۔ کہ وادی کی

دونوں طرف سے علویوں کو گھیر لو۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ اور اُن کو تلوار سے کاٹنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک تلوار جناب حسین کے چہرے پر پڑی۔ اور جہاں سے گوشت کا ایک ٹکڑا زمین پر گرا۔ جناب حسین فوراً اس گوشت کے ٹکڑے کو زمین میں دفن کر کے جنگ میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ ایک تیر انہیں ایسا آکر لگا۔ کہ وہ شہید ہو گئے۔ جناب حسین کے بعض لشکری قتل ہو گئے۔ اور کچھ قید کر لیئے گئے اور اُن میں سے بعض بھاگ گئے۔ محمد بن سلیمان کے حکم سے فخ کے شہیدوں کے سر بدن سے جدا کیئے گئے۔ اور اُن کو جن کی تعداد سو کے قریب تھی۔ قیدیوں کے ساتھ خلیفہ ہادی کے پاس شام میں بھیجا گیا۔ اُس ملعون نے حکم دیا۔ کہ تمام قیدیوں کی گردن ماری جائے۔ اور حاکم مدینہ کو حکم دیا کہ مدینہ میں تمام علویوں کے گھروں کو نذرِ آتش کر دیا جائے۔ اور اُن کے مالوں کو تلف کر دیا جائے۔ اور فخ کے شہیدوں کے بدن تین دن رات تک بیابان میں زمین پر پڑے رہے۔ اُن میں سے بعض کے بدنوں کو صحرا کے حیوانات اور وحوش نے کھا لیا۔ اور حضرت جواد علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے اہلبیت کے لیئے کربلا کے بعد فخ کی قتل گاہ سے اور کوئی بھی بڑھ کر

نہیں۔ سُنا گیا۔ کہ ایک مدت تک جنوں کی ایک جماعت حسین ابنِ علی شہید فخ پر نوحہ خوانی کرتی رہی۔ فخ کا واقعہ ۱۶۹ھ میں ترویہ کے روز صبح کے وقت مکہ معظمہ سے تین میل دُور واقع ہوا۔

شہادت یحییٰ ابن عبداللہ

یحییٰ بن عبداللہ بن الحسن بن الحسن المجتبیٰ علیہ السلام چھوٹے قد اور نورانی صورت رکھتے تھے۔ اور انبیا کی ظاہری شبیہ کے آثار اُن میں دکھائی دیتے تھے۔ چنانچہ وہ فخ کی جنگ میں جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ سب سے آگے قدم بڑھائے ہوئے تھے۔ لیکن جب شکست کھائی۔ تو جناب یحییٰ جان کے خوف سے لباس تبدیل کر کے مختلف دیہات میں پھرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ دیلم میں پہنچے۔ جب اُن کے وارد ہونے کی خبر ہارون علیہ اللعنت کو پہنچی تو فضل بن یحییٰ برمکی کو مامور کیا۔ تاکہ وہ اُن کو گرفتار کر کے ہارون کے پیش کرے۔ فضل بن یحییٰ نے اُن سے دیلم میں ملاقات کی اور اُن سے کہا۔ کہ آپ کو ہارون سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔

اور فضل ابن یحییٰ نے ہارون کی طرف سے امان نامہ خود لکھ کر انہیں دیا۔ اور اس میں چند شرطوں کا بھی ذکر کیا۔ جس سے جناب یحییٰ بن عبداللہ اور اس کے متعلقین کو آسودگی خاطر حاصل ہوگی۔ جناب یحییٰ نے فضل سے کہا کہ اگر اس امان نامہ پہ ہارون کی مہر لگ کر میرے پاس پہنچے تو میں اُس کو قبول کر لوں گا۔ ورنہ نہیں۔ فضل بن یحییٰ نے وہ امان نامہ ہارون کے پاس بھیجا اور اُس ملعون نے اُس پر مُہر کر دی۔ اور فضل بن یحییٰ کو واپس بھیج دیا۔ فضل نے وہ امان نامہ جناب یحییٰ کو دیا۔ آپ نے اس اطمینان پر کہ ہارون اُپنے وعدہ کی وفا کرے گا۔ فضل بن یحییٰ کے ساتھ بغداد میں آ گئے۔ جب اُن کو ہارون کے پاس لایا گیا۔ تو اُس نے اُن کا احترام کیا۔ اور انہیں صدرِ مجلس میں جگہ دی۔ اور حکم دیا کہ دو لاکھ دینار کی رقم اور خلعت فاخرہ جناب یحییٰ کو دی جائے۔ چنانچہ وہ رقم آپ نے جناب حسین ابن علی کے قرض میں دے دی۔ لیکن ہارون اس فکر میں تھا۔ کہ کوئی بہانہ ہاتھ لگے۔ جس سے وہ جناب یحییٰ کو قید کر سکے۔ ایک دن ایک آدمی کا نام فضالہ تھا۔ اور وہ جناب یحییٰ کا ایک بچنہ دوست تھا۔ اُس کو بُلا کر ہارون نے حکم دیا۔ کہ ایک خط اپنی طرف

سے جناب یحییٰ کو لکھو۔ وہ اس مضمون کا ہو کہ میں نے آپ کی امداد کے لیئے کافی آدمیوں کا گروہ تیار کر لیا ہے۔ وہ آپ کے خروج کرنے کے منتظر ہیں۔ جب فضالہ نے وہ خط لکھا۔ اور روانہ ہو گیا۔ ہارون نے اپنے ملازمین کو حکم دیا۔ کہ یہ خط اُس کے گھر میں گرا دیں۔ اور وہ خط فضالہ کے گھر سے لے لیا اور اس کو اس خط کے ساتھ ہارون کے پیش کر دیا۔ ہارون نے حکم دیا کہ فضالہ کو قید کر دیا جائے۔ اور اُسے باہر نہ لایا جائے۔ تاکہ وہ اس تحریر کی حقیقت کو ظاہر نہ کر سکے۔ اور ہارون نے کسی کو جناب یحییٰ بن عبداللہ کے پاس انہیں حاضر ہونے کے لیئے بھیجا۔ جب اُن کو دربار میں حاضر کیا گیا تو ہارون نے وہ خط جناب یحییٰ کے سامنے پڑھا۔ اور اُن سے کہا کہ کیا تو خروج کا ارادہ رکھتا ہے جناب یحییٰ نے کہا۔ کہ میں اس خط سے بالکل بے خبر ہوں۔ ہارون نے غضبناک ہو کر اُن سے کہا کہ اے یحییٰ کیا میں تم سے زیادہ خوبصورت ہوں یا تو مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے۔ یحییٰ نے کہا۔ کہ امیرالمومنین آپ بہت خوبصورت ہیں۔ پھر ہارون نے کہا کہ میں تجھ سے زیادہ سخی ہوں یا تم۔ یحییٰ نے فرمایا آپ ہیں۔ کیونکہ زمین کے خزانے آپ کے پاس پہنچتے ہیں۔

اور آپ اُن سے لوگوں پر احسان کرتے ہیں برخلاف اس کے میں
اپنے سال کے اخراجات ہزاروں دقتوں سے مہیا کرتا ہوں۔
ہارون نے کہا کہ مجھ اور تم میں سے کون پیغمبرؐ کے نزدیک تر ہے
یحیٰی نے کہا کہ مجھے اس سوال سے معاف فرمائیں۔ ہارون نے
کہا کہ یہ ناممکن ہے کہ جب تک تو اس کا جواب نہ دے میں
تجھے رہا نہ کروں گا۔ جناب یحیٰی نے فرمایا کہ اگر پیغمبرؐ خدا زندہ ہوتے
اور وہ چاہتے کہ آپ اپنی بیٹی اُن کے نکاح میں دیں تو
کیا آپ اُن کی اس دعوت کو قبول کر لیتے۔ ہارون نے جواب
دیا۔ کہ میں اس نکاح کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھتا۔ جناب
یحیٰی نے فرمایا کہ اگر پیغمبرؐ خدا مجھ سے میری لڑکی کا رشتہ
مانگتے تو میں اُن کو نہ دیتا۔ کیونکہ ہمارے بچے اُن کی اولاد
بنتے ہیں۔ اور آنحضرتؐ مجھ سے اس بات کا ہرگز تقاضا نہ
کرتے اس لئے میں آپ سے زیادہ حضرت پیغمبرؐ خدا کے
نزدیک تر ہوں۔ ہارون یہ سُنکر غصے میں آگیا۔ اور حکم
دیا کہ جناب یحیٰی کو قید کر لیں۔ ایک دن ہارون نے عبداللہ
بن مصعب بن زبیر کو کہلا بھیجا۔ کہ کیا یہ ممکن ہے کہ تو میرے
سامنے یحیٰی سے یہ کہے گا۔ کہ تو نے مجھے بارہا خلیفہ ہارون کے

خلاف خروج کرنے کے لئے مجھ سے بیعت کرنے کی دعوت طلب کی۔ اور میں نے تمہاری دعوت کو قبول نہیں کیا۔ عبداللہ نے کہا کہ جیسی ہارون کی رضا ہو میں اس کو بجا لاؤنگا۔ ہارون نے فوراً جناب یحیٰی کو بلا بھیجا۔ انہیں پیش کیا گیا۔ تو اُس وقت عبداللہ نے اپنا مُنہ اُنکی طرف کرکے کہا۔ کہ اے یحیٰی کیا تو نے مجھے بارہا اپنی بیعت کے لئے دعوت نہیں دی۔ اور میں نے تمہاری دعوت کو قبول نہیں کیا۔ جناب یحیٰی نے فرمایا۔ کہ یہ سراسر جھوٹ ہے جو تو میرے سر تھوپ رہا ہے۔ جب تو اور تیرے باپ دادا علی علیہ السلام اور اس کی اولاد کے دشمن تھے اور اب تو بھی اُس دشمنی پر باقی ہے۔ عبداللہ نے کہا۔ کہ مجھے اُس خدا کی قسم ہے کہ جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اپنے بندوں پر مہربانی اور رحمت فرماتا ہے۔ تو نے مجھے اپنی بیعت کے لئے دعوت دی اور میں نے اس کو قبول نہ کیا۔ جناب یحیٰی نے کہا اے ہارون جب کوئی شخص اپنی قسم میں خدا کی مدح کرتا ہے۔ خداوند اُس پر غضب نہیں کرتا۔ اگر خلیفہ مجھے اجازت دے تو میں اس کو قسم دوں۔ تاکہ اس طرح سچ اور جھوٹ کا فرق جلدی ظاہر ہو جائے۔ خلیفہ نے کہا کہ تو جس

طریقہ سے چاہے اس کو قسم دے۔ پس جناب یحییٰ نے عبداللہ سے کہا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ قسم کھائے۔ تو اس طرح کھا جس طرح میں تم سے کہوں۔ عبداللہ نے چاہا کہ وہ قسم نہ کھائے۔ مگر ہارون نے کہا کہ یحییٰ درست کہتا ہے تجھے چاہیئے کہ اپنی بات کی سچائی کے لئے جس طرح یحییٰ کہتا ہے قسم اُٹھا لے۔ لہٰذا عبداللہ قسم کھانے پر مجبور ہو گیا۔ جناب یحییٰ نے فرمایا کہ تو اس طرح کہہ۔" میں اللہ کی قوت و قدرت سے بری ہوں اور اپنی قوت و قدرت اور طاقت سے متمسک ہوں۔ اور اللہ کو چھوڑ کر اپنی قوت اور طاقت کا قلاوہ گلے میں ڈال لوں اس حال میں کہ اس پر بڑائی چاہوں اور اس سے بے نیاز ہوں اور اس پر بلندی چاہوں اگر اس چیز میں جھوٹ بولوں جس کی خبر دے رہا ہوں۔"

جب عبداللہ نے اس طرح قسم کھائی۔ اچانک لوگوں نے دیکھا کہ اُس کی شکل تبدیل ہو گئی اور اُس کا بدن لرزنے لگا جب اُس نے چاہا کہ وہ دربار سے باہر چلا جائے۔ تو جناب یحییٰ نے اُس کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا۔ کہ خدا کی قسم۔ تو نے اپنی زندگی کا تاگہ خود ہی توڑ دیا۔ اور کبھی اس غضب سے تمہیں نجات نہیں ملے گی۔ جب عبداللہ اپنے گھر پہنچا۔ تو تین دن اپنے بستر پر

دراز رہا اور تیسرے دن اس دُنیا سے اُٹھ گیا۔ ہارون نے اس قسم کے بعد جناب یحییٰ کو قید خانہ میں بھیج دیا۔ اور وہ قید خانہ بہت ہی تنگ اور تاریک تھا۔ یہاں تک کہ ہارون ایک دن رات کے آخری حصّہ میں گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور قید خانہ کے دروازہ پر آیا۔ اور حکم دیا۔ کہ جناب یحییٰ کو قید خانہ سے باہر لے آئیں۔ جب وہ باہر آئے تو اُس نے سخت بُرے الفاظ میں اُن سے بات کی۔ اور حکم دیا۔ کہ ان پر کڑی نظر رکھیں۔ اور سو چھڑیاں اُن کے بدن پر ماریں۔ جتنی بھی جناب یحییٰ نے اُس کو اپنی قرابت کی جو اُن کے اور ہارون کے درمیان تھی اور رحم کی قسم دی۔ کہ تو مجھ پر رحم کر۔ ہارون نے کہا۔ کہ میرے پاس کوئی رحم یا احساس قرابت داری نہیں ہے۔ اور جناب یحییٰ کو زندان میں لے گئے۔ اُس نے زندان کے داروغہ سے پوچھا۔ کہ یحییٰ کو کیا دیتے ہو۔ اُس نے کہا کہ ہر دن اور رات میں چار روٹی کے ٹکڑے۔ آٹھ رطل پانی دیتے ہیں۔ ہارون نے کہا کہ اس خرچ کو آدھا کر دو۔ اور چند راتوں کے بعد پھر آیا۔ اور کہا کہ یحییٰ کو لے آؤ۔ جب انہیں لایا گیا۔ تو ہارون نے ناشائستہ کلمات سے اُن کا دل رنجیدہ کیا۔ اور کہا کہ اُس

پرنگاہ رکھیں۔ اور دو دفعہ سو سو چھڑی اُن کے زخمی بدن پر ماری اور حکم دیا۔ کہ جو غذا اب انہیں دیتے ہو اُس کو بھی نصف کر دیں۔ جب چند راتیں اور گذریں تو پھر قید خانہ میں پہنچا۔ اور کہا کہ یحییٰ کو لے آئیں۔ اُس کو کہا گیا کہ یحییٰ سخت مریض ہے اور اُس کا بدن بے حد زخمی ہے۔ کہا کہ اُس کی غذا میں صرف آدھی روٹی اور ایک رطل پانی ہر دن رات میں دیا جائے۔ اُس کے بعد حکم دیا۔ کہ انہیں زہر دی جائے۔ زہر دیئے جانے کے بعد ایک دن عیادت کے بہانے قید خانے میں آیا۔ جتنا بھی جناب یحییٰ سے سوال کرنا چاہا۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ ہارون نے کہا چونکہ یہ میرے سوالات کا جواب نہیں دیتا۔ اس لئے یہ اس لائق ہے کہ اس کا سر بدن سے جدا کیا جائے۔ جناب یحییٰ نے اپنی زبان مُنہ سے باہر نکالی۔ تو دیکھا کہ اُن کی زبان زہر کے اثر سے کوئلے کی مانند سیاہ ہو چکی تھی۔ اور وہ ہرگز بات کرنے کے قابل نہ تھے۔ ہارون وہاں سے اُٹھ کر باہر آیا۔ تو ایک گھنٹہ بعد یہ خبر لائی گئی۔ کہ جناب یحییٰ دُنیا سے اُٹھ گئے۔ کہا کہ اُس کو زندان سے باہر لے آؤ۔ اور سپردِ خاک کر دو۔ جب ان کی موت کی خبر اُن کے بیٹے کو دی گئی۔ تو اُس نے کہا کہ میرے باپ کو بھوکا اور پیاسا کر کے مار دیا۔

حضرتِ سجاد علیہ السلام کے پوتے قاسم کی شہادت

ہادی عباسی خاندان کا چوتھا خلیفہ بہت ہی ظالم اور خونریزی کرنیوالا تھا۔ اُس کو خدا نے ڈیڑھ سال سے زیادہ حکومت کرنے کا موقعہ نہ دیا اور اٹھائیس سال کی عمر میں واصل جہنم ہوا ایک دن اُس نے اپنے وزیر ہرثمہ بن اعین کو بلایا اور اُس سے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ آج رات ایک سر کسی کے بدن سے جُدا کروں۔ تو بھی ایک سر کو جُدا کر ہرثمہ نے کہا۔ کہ یا امیرالمومنین تو کس کا سَر جُدا کرنا چاہتا ہے۔ اور میں کس کا سَر جدا کروں۔ اُس نے کہا کہ میں اپنے بھائی ہارون کا اور تو بھیجی یحییٰ کا۔ ہرثمہ نے کہا کہ آپ نے اپنے بھائی کے قتل کا ارادہ کیوں کر لیا ہے۔ کہا کہ یہ اس لئے کہ میں کوئی بیٹا نہیں رکھتا تھا۔ میں نے ہارون کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ اب خدا نے مجھے بیٹا دیدیا ہے۔ میں اس کو کہتا ہوں کہ تو ولی عہدی سے استعفا دے۔ تاکہ میں اپنے بیٹے کو اپنا ولی عہد مقرر کروں۔ مگر وہ نہیں مانتا۔ اس لئے اس کو قتل کئے بغیر میرے پاس کوئی چارہ نہیں۔ ہرثمہ نے کہا کیا آپ صرف اس وجہ سے اپنے بھائی کو قتل کرنا

چاہتے ہیں کہا ہاں۔ پھر آپ یحییٰ برمکی کو قتل کردیں۔ کیونکہ وہ ہارون کا گہرا ساتھی ہے۔ اگر ہم ہارون کو ماردیں اور وہ زندہ رہے۔ تو وہ ہم کو قتل کرادے گا۔ لہٰذا آج رات فلاں وقت چاہئیے۔ کہ دونوں کے سر بہ یک وقت جُدا کئے جائیں۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ میں نے جتنا بھی خلیفہ کو سمجھایا۔ اُس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا لہٰذا اپنے گھر میں آیا۔ اور اپنی تلوار کو تیز کیا۔ اور میں وقت کا منتظر تھا۔ کہ جاؤں اور یحییٰ کو قتل کروں۔ وقت مقررہ سے کچھ بھی باقی نہیں رہا تھا۔ کہ میرے گھر کے دروازے پہ آواز بلند ہوئی۔ میں آواز کے پیچھے آیا تو میں نے دیکھا کہ ہادی کی ماں کا بھیجا ہوا آدمی آیا ہے۔ اُس نے بتایا کہ وہ کہتی ہے۔ جلدی آ ایک ضروری کام ہے۔ میں نے یقین کرلیا۔ کہ ہادی نے اپنے بھائی ہارون کو قتل کردیا ہے۔ جب میں پہنچا تو ہادی کی ماں کو روتے ہوئے پایا۔ اس کی وجہ پوچھی تو اُس نے کہا۔ کہ جب ہادی نے یحییٰ کے قتل کا حکم دیا اور خود اپنے بھائی ہارون کو قتل کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا تھا۔ تو میں پردے کے پیچھے کھڑی ہوئی تمہاری باتوں کو سُن رہی تھی۔ جب تو چلا گیا تو میں ہادی کے پاس آئی۔ جس قدر میں نے

اُس سے التجا کی۔ کہ اپنے بھائی ہارون کے قتل سے باز آجائے اُس نے میری بات کو نہ مانا۔ اور کہا کہ اگر تو اس معاملہ میں کچھ زیادہ کہے گی۔ تو میں حکم دوں گا کہ تمہارا سر بھی جدا کیا جائے۔ جب میں مجبور ہو گئی تو ایک تنہا گوشہ میں آئی۔ اپنے سر کے بالوں کو کھول کر خدا سے التجا کی۔ کہ میرے کام میں نجات عطا فرما۔ یہاں تک کہ دسترخوان بچھایا گیا۔ مجبوراً میں دسترخوان پر آبیٹھی۔ اور اپنی آنکھ کے گوشہ سے اپنے بیٹے ہارون کو دیکھتی رہی اور آنسو بہاتی رہی۔ کہ آج رات اُس کا سر بدن سے جُدا ہو جائے گا۔ اور اس کو اس کی خبر بھی نہیں ہے۔ یہاں تک کھانا ختم ہوا۔ ہادی نے چاہا کہ غذا کے بعد تھوڑا سا پانی پیئے۔ اچانک پانی اس کے حلق میں اٹک گیا۔ اور اُس نے کھانسنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ کمزوری اُس کو لاحق ہو گئی۔ جب میں اس کے سرہانے پہنچی تو دیکھا کہ خلیفہ دم توڑ چکا تھا۔ تمہیں خبر دیتی ہوں کہ تم یحییٰ کو قتل نہ کرنا۔

مؤلف کہتا ہے۔ کہ خدا نے قطع رحم میں اتنا اثر رکھا ہے۔ کہ ظلم کا ارادہ کرتے ہی خداوند ظالم کو مہلت نہیں دیتا اور اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔

چنانچہ کافی میں منقول ہے۔ کہ ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا۔ کہ میرے چچہ کے چند بیٹوں کا اور میرا مکان مشترک ہے۔ اور وہ گھر میں مجھ پر ظلم کرتے ہیں اور میرا حق نہیں دیتے۔ جب بھی میں چاہتا ہوں۔ کہ مکان کی تقسیم کرا کر اپنا حق اُن سے لوں۔ اور یہ ممکن بھی ہے۔ لیکن میرے لئے یہ درست نہیں ہے۔ کہ صرف دنیا کے مال کے لئے اپنے چچہ کے بیٹوں سے جھگڑا کروں۔ میں جناب کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ کہ اس صورت میں میرے لئے کیا حکم ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ تو اُن کے ظلم کے بدلے میں اُن ساتھ محبت اور نیکی کر۔ اُس شخص نے آنحضرت کے فرمان کے مطابق اُن کے ظلم کے مقابلہ میں محبت ظاہر کی زیادہ عرصہ نہ گذرا کہ وہ پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ تمہارے چچہ کے بیٹوں کا کیا حال ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ کہ ہمارے محلہ میں طاعون پھوٹ پڑا۔ اور اُس نے اُن تمام کو تلف کر دیا۔ آنحضرت نے اُس سے فرمایا۔ کہ طاعون نے اِس لئے انہیں ختم کیا کہ وہ تم پر ظلم کرتے تھے۔ وہ تم سے عاق

ہو گئے۔ کیونکہ انہوں نے تمہارے ساتھ قطع رحم کیا تھا۔
نیز تحفۃ المجالس میں منقول ہے کہ علی بن حمزہ مروزی جو حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے شیعوں میں سے تھا۔ یعقوب بن یزید کے ہمراہ جو مغرب کی جانب رہنے والا تھا۔ حج سے مشرف ہوا۔ یہ دونوں مسجد الحرام میں آنجناب کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے یعقوب بن یزید کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ کیا تو اس سفر میں اپنے بھائی اور اپنی پھوپھی کے ساتھ ہم سفر رہا۔ عرض کیا کہ کیوں نہیں۔ فرمایا کہ کیا فلاں مقام پہ تمہارے اور تمہارے بھائی کے ساتھ جھگڑا نہیں ہوا اور تم نے ایک دوسرے کے ساتھ فحش کلامی بھی کی۔ عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ میری طرف سے اپنے بھائی کو کہنا کہ تو اس سفر سے واپس نہیں ہو سکے گا۔ اور تیری عمر تمام ہو چکی ہے۔ کیونکہ اُس نے تم کو گالی دی۔ اور قطع رحم کیا۔ یعقوب نے عرض کیا۔ کہ اے فرزند رسول میں نے بھی تو اس کو اسی طرح گالی دی تھی۔ میں بھی تو اس سفر سے واپس نہیں ہو سکوں گا اور اُپنے وطن نہیں پہنچ سکوں گا۔ فرمایا کہ خداوند نے تمہیں اور بیس سال عمر عطا فرمائی ہے۔ اور وہ

اس لئے کہ تو نے اس سفر میں اپنی پھوپھی کی خدمت کی ہے۔ اگر اس قطع رحم کے مقابلے میں یہ وصل رحم نہ ہوتا۔ تو بھی اپنے وطن کا مُنہ نہ دیکھتا۔ کیونکہ قطع رحم کی صورت میں تیس سال عمر باقی رہنے والی تین سال رہ جاتی ہے اور وصل رحم کی صورت میں تین سال باقی رہنے والی عمر تیس سال کی ہو جاتی ہے۔

المختصر ہادی ملعون نے ایک دن جناب قاسم بن محمد بن عبداللہ بن سید سجاد علیہ السلام کو لانے کے لیئے اپنا کوئی ملازم بھیجا۔ آپ بزرگی۔ دانائی اور تقویٰ میں اپنی عمر کے برگزیدہ شخصیتوں میں شمار ہوتے تھے۔ جب اُن کو ہادی کے پاس لایا گیا۔ باوجود اس کے کہ وہ اُن کو پہچانتا تھا۔ مگر بے پرواہی کی صورت میں اُن سے کہا۔ کہ تم اپنا تعارف کراؤ۔ جب آپ نے اپنا اس طرح تعارف کرایا کہ میں اولادِ پیغمبرؐ میں سے ہوں۔ وہ ملعون غصّہ میں آگیا۔ اور کہا کہ تو اپنی ماں کے ذریعے تعارف کیوں نہیں کراتا۔ جو العیاذ باللہ فاسقہ اور فاجرہ تھی۔ اور اُن بزرگوار کی ماں کے متعلق بہت توہین آمیز الفاظ کہے۔ اور کہا کہ میں تم کو اس طریقہ سے قتل کروں گا۔ کہ آج تک کسی کو اس طرح قتل نہیں کیا گیا ہوگا۔ چنانچہ جناب قاسم نے فرمایا کہ

تو نے جو کچھ میری ماں کے متعلق کہا۔ تیری ماں کی نسبت جو فسق اور ڈھول بجانے میں بے حد مشہور تھی۔ اور تیرے باپ نے اُس کو مسلمانوں کے بیت المال کی رقم سے خرید کیا۔ وہ اس سے زیادہ سزاوار ہے اور یہ کہ تو نے مجھ سے کہا۔ کہ تو مجھے سختی سے قتل کرائے گا۔ میں نے شہادت کو اپنے باپ دادا سے وراثت میں پایا ہے۔ پھر اس ملعون نے کہا کہ اِن کے بدن کو مقراض کے ذریعہ ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے۔ ایسا کرنے پر آپ نے صبر کیا اور آہ بھی نہ بھری۔ یہاں تک کر شہید ہو گئے۔ کچھ مدّت کے بعد بھی جب ہادی ملعون واصل جہنم ہو گیا۔ کسی نے آلِ رسولؐ کے بدن کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کیا۔ سوائے جناب قاسم اور حضرت حسین علیہ السلام کے جوان بیٹے علی اکبر کو جن کے متعلق اسی طرح مقاتل کی کتابوں میں منقول ہے۔

شہیدِ اوّل (رہ) کے احوال میں

جناب شمس الدین بن محمد بن مکی جو شہید اوّل کے نام سے مشہور ہیں

اپنی تحصیل علم کے معاملے میں اُس حد تک کوشاں تھے کہ جب وہ راتوں کو مطالعہ کے لئے بیٹھتے تھے۔ تو ایک تانبے کے برتن کو آگ کے پاس رکھ دیتے تھے جب نیند اُن پر غالب ہونے لگتی۔ تو اُس کو مُنہ پر مَل لیتے تاکہ نیند دور ہو جائے۔ اُن بزرگوار کا علمی مقام اس حد تک پہنچا ہوا تھا۔ کہ وہ شام کے قاضی القضاۃ مقرر ہُوئے۔ اور وہ چاروں مذاہب کے طلبا کو درس دیتے تھے اور تقیہ کو اس ہمیشگی سے قائم رکھا کہ مخالفوں میں سے کسی ایک شخص کو بھی یہ علم نہ ہو سکا کہ آپ شیعہ ہیں یہاں تک کہ علمائے اہل سنّت میں سے ایک عالم نے بوجہ حسد حاکم شام کو شہید کی شکایت کی اور اُن کے شیعہ ہونے کا ثبوت پیش کیا جس پر حاکم نے اُن کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اُن بزرگوار کو پکڑ کر زندان میں ڈال دیا۔ چونکہ اُن کے قتل کا حکم جاری ہو چکا تھا۔ سات دن کی مدّت میں انہوں نے اپنی کتاب لمعہ لکھی جو اُس وقت کی کتب فقہ میں سے مختصر اور نافع کوئی اور چیز اُن کے نزدیک نہ تھی۔ یہاں تک کہ انہیں جمعرات کے دن نویں جمادی الاول ۹۸۶ھ میں عصر کے وقت اسپ فروشوں کے میدان کے کنارے سولی پر چڑھایا گیا۔ اور اُن کے بدن مبارک کو

سنگسار کیا گیا۔ کچھ مدت کے بعد اُن کے بدن کو سولی سے اتارا گیا۔ اور اس کو جلا دیا گیا۔ اور راکھ کو ہوا میں اڑا دیا گیا۔

شہید ثانی کے احوال میں

شیخ زین الدین جو شہید ثانی کے نام سے مشہور ہیں۔ چھ ماہ کے عرصہ میں دو جلدیں شرحِ لمعہ کی لکھیں اور اُن بزرگوار سے کتاب مسالک اور دوسری تالیفات بطور یادگار باقی ہیں۔ جب اُن کے علم کی شہرت دنیا میں بلند ہوئی۔ تو سلطان روم نے حکم دیا۔ کہ سات فوجی اُن کے پاس حاضر ہوں۔ اور اُن کو روم کی طرف لے آئیں۔ چونکہ وہ سات آدمی اُن کے مقامِ فضل سے ناواقف تھے۔ تو اثناءِ راہ میں اہانت کرتے رہے۔ مگر جب اُن کے کرامات دیکھے۔ تو پشیمان ہوئے۔ اور اُن کو فکر ہوئی کہ اگر وہ زندہ اُن کو سلطان کے پاس لے گئے تو ممکن ہے۔ کہ وہ اُن اہانتوں کا سلطان سے ذکر کریں۔ اور سلطان اُن کے قتل کا حکم دیدے۔ بہتری اس میں دیکھی کہ اُن کو شہید کردیں۔ اور اُن کے سر کو سلطان کے پاس لے جائیں۔ پھر

انہوں نے قسطنطنیہ کے نزدیک دریا کے کنارے اُن کا سر بدن سے جُدا کیا۔ اور اُن کے بدن کو بغیر غسل کے ڈال دیا۔ اور خود چل پڑے۔ جب رات ہوئی۔ تو قسطنطنیہ کے لوگوں نے دیکھا۔ کہ دریا کے کنارے سے ایک نور آسمان کی طرف بلند ہو رہا ہے۔ جب صبح ہوئی تو وہاں آ کر ایک بدن سَر کے بغیر دیکھا۔ اُس کو غسل دیکر دفن کر دیا۔ لیکن اُن کا سر جب لشکری سلطان کے پاس لائے تو اُس نے بہت افسوس ظاہر کیا۔ کہ کیوں انہیں قتل کیا گیا۔ میں تو چاہتا تھا۔ کہ وہ مذاہب اربعہ سے مباحثہ کرتے۔ تاکہ ان مختلف مذاہب کی حقیقت مجھ کو معلوم ہوتی۔ سلطان کا وزیر عبدالرحیم جو دراصل شیعہ تھا۔ ان شہید کے مقام فضیلت سے پوری واقفیت رکھتا تھا۔ وقت کو غنیمت شمار کیا۔ اور سلطان سے عرض کیا۔ اگر قبلۂ عالم اجازت دیں۔ تو میں اپنی وزارت سے استعفیٰ دیدوں۔ کیونکہ میں وضع سلطنت کو غیر منظم دیکھتا ہوں۔ اس لئے کہ سلطان حکم دیں۔ کہ شیخ زین الدین جیسے عالم کو آپ کے پاس لایا جائے۔ مگر اس حکم پر مامور ملازم اُن کا سر لے آئیں۔ اور سلطان اُن سے مواخذہ بھی نہ کرے۔ کہ کیوں اُن کو شہید کیا میں ڈرتا ہوں۔ کہ اگر کسی دن آپ مجھے حاضر ہونے کے لئے بلوائیں اور

مجھ کو بلانے والے میرا سر آپ کے پاس لے آئیں۔ سلطان وزیر کی یہ بات سنکر بہت غصہ میں آیا۔ اور حکم دیا۔ کہ اُن سات آدمیوں کو حاضر کیا جائے۔ سو اُنہیں پیش کیا گیا۔ اور سلطان نے سید عبدالرحیم سے کہا۔ کہ اِن کا معاملہ میں تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ جس طرح بھی چاہیں۔ اُن سے قصاص لیں۔ لہٰذا سید عبدالرحیم نے حکم دیا۔ کہ آگ جلائیں۔ جب آگ جل گئی۔ تو اُن سات آدمیوں کو زندہ آگ میں جلایا گیا۔

شہیدِ ثالث (رہ) کے احوال میں

جناب ملا محمد تقی برغانی قزوینی جو شہیدِ ثالث کے نام سے مشہور ہیں۔ اپنی ابتدائی عمر میں بہت مفلس تھے۔ اصفہان کے مدرسوں میں بے حد تکلیف میں زندگی گذارتے تھے۔ یہاں تک کہ مرجیعت نامہ کی حد کو پہنچ گئے۔ چونکہ شہید ثالث غالباً ممبر پہ بہائیہ کے گمراہ فرقے کی مذمت کرتے تھے۔ آدھی رات کے وقت ۱۲۶۳ھ میں اپنی مسجد میں نمازِ شب میں مشغول تھے۔ سجدہ کی حالت میں جب وہ مناجات خمسہ عشر کے پڑھنے میں مصروف تھے۔ اور مسجد

بھی بالکل خالی تھی۔ بہائیوں کے چند آدمی مسجد میں گھس آئے۔ اور نیزہ اُن کی پشت گردن میں دھنس دیا۔ جب نیزہ کو کھینچا تو خون کا پرنالہ جاری ہوگیا۔ اور دوسرا نیزہ اُن کے مُنہ میں مارا جس سے اُن کی زبان قطع ہونے کے قریب پہنچ گئی۔ اور اس کے علاوہ اُن قاتلوں نے آٹھ زخم اُس بزرگوار کے لگائے۔ اور بھاگ گئے۔ آپ مسجد کو خون کی مزید نجاست سے بچانے کے لئے بڑی مشکل سے مسجد کے دروازے تک پہنچے اور بے ہوش ہوگئے۔ یہاں تک کہ لوگوں کو خبر ہوئی۔ اور وہ انہیں ڈھونڈتے ہُوئے آئے۔ اُن کو بیہوشی کی حالت میں دیکھا۔ شہید کو ان کے مکان پر لے آئے۔ اور وہ دو دن تک غشی کی حالت میں رہے۔ فقط جس وقت وہ ہوش میں آتے تو اپنی اور حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی پیاس کو یاد کر کے روتے تھے۔ اور اُن کے آنسو ٹپکنے لگتے تھے۔ یہاں تک کہ تیسرے دن دُنیا سے اُٹھ گئے۔ لوگ چاہتے تھے۔ کہ اُن کا جنازہ نجف اشرف لے جائیں۔ لیکن بزرگوں میں سے بعض نے منع کیا۔ اور کہا کہ انہیں قزوین میں دفن کرنا چاہیئے۔ تاکہ ان کی قبر شریف سے ہم استفادہ کرتے رہیں۔ لہٰذا اُن کو شہزادہ حسین کے پہلو میں قزوین میں دفن کردیا گیا۔ اور اُن کی قبر قزوین میں

معروف اور بیچاروں کے لئے پناہ کی جگہ ہے۔

قاضی نور اللہ (رہ) کے احوال میں

قاضی نور اللہ شیعوں کے جلیل القدر علما میں سے تھے۔ اُن کا نسب شریف کئی واسطوں سے حضرت سید الساجدین علیہ السّلام پر منتہی ہوتا ہے۔ آپ ۹۵۶ھ میں شوشتر کے شہر میں جو خوزستان کے نواح میں ہے۔ پیدا ہوئے۔ جب جوانی کے عالم میں پہنچے۔ تو علم کے بعض مقامات اعلیٰ کو حاصل کر لیا تھا۔ تحصیل علم کی تکمیل کے لئے خراسان میں حضرت امام ثامن رضا علیہ السّلام کی مرقد مقدس کے قرب میں آگئے۔ علم کے بلند مرتبہ پہ پہنچ کر مرجعیت مسلمانان کے مقام کو حاصل کیا۔ جب انہیں پتہ چلا کہ ہندوستان میں مذہب شیعہ کے آثار کم ہیں اور جو مختصر سے شیعہ موجود بھی ہیں۔ دوسرے مذاہب کے مقابلے میں نہایت کمزوری کی حالت میں ہیں۔ اس لئے ہمت کر کے ہندوستان کی طرف سفر کیا۔ تاکہ وہ شاید مذہب شیعہ کو وہاں کے لوگوں کے درمیان رائج کر سکیں ضروری تیاریوں کے بعد ۹۹۳ھ میں وہ ہندوستان کی طرف روانہ

ہوئے۔ اور جب وہ ہندوستان کے شہر لاہور میں پہنچے تو بہت
مدت تک وہاں رہے۔ اُن کے فضل کی شہرت اور مقامِ علم کی
عظمت اتنی بلند ہوئی۔ کہ اکبر بادشاہ (تیموری) سلطان ہندوستان
نے بہت کوشش کے بعد انہیں راضی کیا کہ وہ مقام قضاوت کو
قبول کریں۔ آپ نے اُس کے لیئے یہ شرط رکھی کہ میں اپنا فتویٰ
جو چار مذاہب میں سے کسی ایک کے مطابق درست ہوگا۔ میں لوگوں
کے درمیان قضاوت کرونگا۔ بادشاہ نے قبول کر لیا۔ پھر وہ
ہندوستان کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ قاضی نے درس
دینا شروع کر دیا۔ اور چاروں مذاہب (حنفیہ۔ مالکیہ۔ حنبلیہ
اور شافعیہ) کو درس دیتے تھے۔ اور درس میں ان میں
سے ایک مذہب کا قول جو شیعہ مذہب کے قول کے مطابق ہوتا
تھا۔ اختیار فرماتے تھے۔ مقام قضا کی عظمت کے اثر سے ہند کے
علما اُن سے حسد کرتے تھے۔ اور سوچتے تھے اگر اُن سے ہو سکے تو
اُن کے خلاف ایسی دشواری پیدا کریں جو ان کے قتل کا موجب بن
جائے۔ ایک دن جب آپ نے حضرت علی کا نام لیا تو فرمایا
علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن علما نے جو موقعہ کی تلاش میں تھے اُن
پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ اور کہا کہ تو دین میں بدعت کر رہا

ہے۔ کیونکہ درود وسلام اسلام میں صرف پیغمبر اکرمؐ پر منحصر ہے۔ اور علی پر درود وسلام بھیجنا بدعت ہے اور جو شخص دین میں بدعت جاری کرے وہ واجب القتل ہے۔ تمام اہلسنت علما نے بادشاہ کو لکھا۔ کہ قاضی نوراللہ کا قتل واجب ہے۔ کیونکہ وہ دین کے معاملہ میں بدعت کا مرتکب ہوا۔ لیکن اُن میں سے ایک آدمی نے ذیل کا شعر جو قاضی کو محفوظ رکھنے کے لئے تھا۔ بادشاہ کو لکھا۔ گر لحمک لحمی بحدیث نبوی ہے۔ بی صَلِّی عَلیٰ نامِ علیؑ بے ادبی ہے اور اس شعر کا مفہوم یہ ہے۔ کہ حضرت پیغمبرؐ خدا نے حضرت علیؑ کے متعلق یہ فرمایا ہو کہ علیؑ کا گوشت میرا گوشت ہے۔ اس لئے حضرت علیؑ کا نام بغیر درود کے لینا بے ادبی ہے۔ جب یہ معنی اہلسنت کے نزدیک مسلم تھے۔ کہ حضرت پیغمبر خدا نے حضرت علی کے لئے لَحْمُکَ لَحْمِی فرمایا ہے تو قاضی اس الزام سے بری ہوئے۔ اور خداوند نے اُن کی جان کی حفاظت فرمائی۔ یہاں تک اکبر بادشاہ دنیا سے گذر گیا۔ اور اُس کا بیٹا جہانگیر تخت سلطنت پر بیٹھا۔ چونکہ جہانگیر مذہب سے ناواقف تھا اور جلدی غصہ میں آجاتا تھا۔ علمائے اہلسنت نے موقع کو غنیمت سمجھا اور پختہ ارادہ کر لیا۔ کہ کسی نہ کسی طرح انکو بادشاہ کی نظروں سے گرایا

جائے۔ لیکن قاضی کی دائمی مصروفیت کے باعث کسی نے اُن کے خلاف کوئی بات نہ سُنی۔ کہ جس سے معلوم ہو کہ وہ شیعہ اور مذہب جعفری رکھتے ہیں۔ یہاں تک انہوں نے اُپنے ایک جوان کو ہر ممکن کوشش کے بعد بغرض شاگردی قاضی کے پاس بھیجا تاکہ اس ذریعہ سے کوئی بات اُن کے ہاتھ لگے۔ جو اُن کے قتل کا موجب بن سکے کئی سال وہ جوان قاضی کے پاس رہا۔ ایک دن اُس ملعون نے نسخہ تحقیق الحق جس کی تالیف میں قاضی خفیہ طور پہ مصروف تھے چوری کر لیا۔ اور اُن کو اہلسنت کے علما کے پاس لے گیا۔ وہ اکٹھے ہو کر یہی کتاب جہانگیر بادشاہ کے پاس لے آئے۔ اور دربار عام میں اُس کو پڑھنا شروع کر دیا۔ اُس کتاب میں حقانیت مذہب شیعہ بیان کی گئی تھی۔ بادشاہ یہ سنکر غضبناک ہوا۔ مجلسِ علما میں سوال کیا کہ ایسے خائن کی کیا سزا ہے۔ سب نے باالتفاق یہ کہا۔ کہ اس کا قتل بے حد واجب ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا۔ اور اُس کے مطابق ایک درخت خاردار کی ٹہنی لائی گئی۔ اور لکڑی آپ کے بدن شریف پر مارنا شروع کی جس سے اُن کا گوشت ہڈیوں سے جدا ہو گیا۔ پھر حکم دیا ایک تانبے کے برتن کو آگ سے سُرخ کریں۔ اور وہ قاضی کے برہنہ سر پہ رکھدیں۔ اس سے اُن کے سر کا مغز جوش میں آیا۔ اور ایک گھنٹے کے بعد جان دیدی۔ اور اُن کے بدن شریف کو ہندوستان کے شہر اکبرآباد (آگرہ) میں دفن کیا گیا۔ اب بھی وہ مزار شریف عام اور خاص کے لیئے زیارت گاہ ہے۔ بعد میں اُس پر عالی شان گنبد تعمیر کیا گیا۔

سید تاج الدین کے احوال میں

جناب سید تاج الدین اپنے زمانے میں وعظ و خطابت کے لحاظ سے دوسرے بغداد بھر میں گوئے سبقت لے گئے تھے۔ اور سلطان محمد شاہ خدابندہ کا انہیں بہت قرب حاصل تھا۔ یہاں تک کہ انہیں سلطنت کا نقیب النقبا مقرر کیا گیا۔ لہذا بادشاہ کی پشت پناہی میں مذہب جعفری کی بے پناہ خدمت کی۔ اور بہت سے اہل تسنن اور دُوسرے مذہب باطل کی مذہب جعفری کی طرف ہدایت کی۔ محقق اسی وجہ سے سُنّی متعصب وزیر اس کے دشمن ہو گئے۔ لیکن بادشاہ محمد کے زمانہ حیات میں اُن کو کوئی تکلیف نہ پہنچا سکے۔ اس کے بعد جب سلطان محمد دنیا سے اُٹھ گئے۔ اور اُن کو وقت مل گیا۔ سید کو اُن کے دو بیٹوں شمس الدین اور شرف الدین کے ساتھ پکڑ کر اُن کو دریا دجلہ کے کنارے پر لے آئے پہلے باپ کی نظروں کے سامنے اُن کے دونوں بیٹوں کا سر بدن سے جدا کیا۔ اس کے بعد سید تاج الدین پر جھپٹے اور انہیں زندہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور اُن کا گوشت عداوت کی وجہ سے کھایا۔ اور جس جماعت کے ہاتھ اُن کی ڈاڑھی کا کوئی بال ہاتھ لگا۔ تو وہ اُن لوگوں کے ہاتھ جنہوں نے اُن کے قتل میں شرکت نہیں کی تھی۔ اظہار خوشنودی و مسرت کے لئے ہزار ہزار اشرفی میں بیچ دیا۔ اور یہ شرمناک واقعہ ۱۱ ھ ذی القعدہ کے مہینے میں وقوع پذیر ہوا۔ اور اس مصیبت نے شیعوں کے دلوں کو زخمی کر دیا۔ انہوں نے شرمساری سے اُپنے سر گریبانوں میں ڈال لئے اور حسرت کے آنسوں اپنے چہروں پر بہائے۔

ختم شد

نئے سال کی مقبول ترین قدیم اور کثیر الاشاعت

معیاری

امامیہ جنتری

ہر سال نئے سنہ عیسوی ہجری اور بکرمی کی مکمل تقویم اور نوروز عالم افروز کا زائچہ اور پیشین گوئیاں۔ دنیاوی حالات۔ قمر در عقرب کا سال بھر کا نقشہ فہرست تعطیلات سیاسیات عالم۔ تاریخہائے سعد و نحس کے علاوہ ہر سال نئے نئے مضامین تقویم و نجوم کے علاوہ مذہبی، علمی، ادبی، فنی، معاشی اور دوسرے ضروری موضوعات پر نہایت مفید مضامین پیش کیے جاتے ہیں۔ جو حضرات اس کا باقاعدہ مطالعہ کرتے ہیں وہ اس بات کی شہادت دیں گے کہ یہ قوم کی ایک ایسی مقبول و کارآمد جنتری ہے جو ہر سال نومبر میں لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو کر بہت جلد ختم ہو جاتی ہے۔ اپنے شہر کے قریبی بک سٹال سے خریدیئے۔

آفسٹ طباعت، عمدہ کاغذ، بہترین کتابت، خوبصورت و جاذب نظر ٹائٹل۔

ناشر
افتخار بک ڈپو (رجسٹرڈ) اسلام پورہ، لاہور